ماہنامہ خالد ربوہ
امان ۱۳۶۲ ھش
مارچ ۱۹۸۳ء
ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"تیری عاجزانہ راہیں اسکو پسند آئیں"

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

امان ۱۳۶۲ ہش ؛ مارچ ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر: مرزا محمد الدین ناز ○ نائب ایڈیٹر: منیر احمد جاوید ○ معاون ایڈیٹر: مبشر احمد ایاز

قیمت سالانہ: ۱۸ روپے
قیمت فی پرچہ: ۲ روپے

فہرست

پبلشر: مبارک احمد خالد ؛ پرنٹر: سید عبدالحی ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ۔

کتابت: نور الدین خوشنویس دار العلوم غربی ربوہ ؛ رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰۔

اداریہ

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کا روزِ سعید اپنے جلو میں اقوامِ عالم کیلئے سینکڑوں انقلاباتِ ارضی وسماوی لئے طلوع ہوا۔

اس روز آفتاب عالمتاب کی ضوء فشانی چشمِ حقیقت بیں کیلئے حشر بپا کیفیات کی غماز تھی۔

اس مبارک دن حرارت وتمازت کی ہر کرن اپنے ساتھ ایسا تریاق لیکر فضائے کثیف میں داخل ہوئی جو دجالیت کے منتشر مسموم مادوں کو بھسم کر کے رکھ دے۔

ہاں ـــ وہی دجالیت جو تمام عالم پر اپنے مہیب سائے پھیلا رہی تھی۔

ـــ جو حریمِ انسانی میں داخل ہو کر اسے ذلت ونکبت کی وادیوں میں دھکیل رہی تھی۔

ـــ جو عالمِ اسلام کی مخلص طینت طبائع کو اپنے عنکبوتی جال کا نخچیر بنا رہی تھی۔

ہاں ـــ وہی دجالیت جس کے علمبرداروں کا چار دانگ عالم میں غلغلہ تھا اور جن کی رعونت آمیز تعلّیاں کہ "صلیب کی چمکار شرق وغرب پر ضوء فگن ہوگی اور عنقریب خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا بیت اللہ پر لہرانے لگے گا"، حقیقت کا روپ دھارتی دکھائی دیتی تھیں۔

دفعۃً چشمِ فلک نے اس انقلاب آفرین یومِ مبارک میں مقامِ لُدّ کے جھرنوں سے ایک عظیم نظارہ دیکھا۔

کہ ـــ شجرِ کہن کا ایک نورستہ پودا نو خیز حسن لیئے جلوہ آرا ہے۔

ـــ پیامِ نو حریمِ انسانی میں داخل ہو کر رگ رگ کو ایک نئی لذت سے مخمور کر رہا ہے۔

ـــ ثُلّۃ من الاوّلین وثُلّۃ من الآخرین کا سنگم۔

ـــ عظمت وشوکتِ رفتہ کا پائیدار بھرم۔

ـــ فدائیت وفنائیت کی سرمست فضا۔

ـــ دستِ مبارک میں دستِ باوفا۔

ـــ کسے معلوم تھا کہ ـــ بیعت کے لیئے اُٹھنے والے ان دو ہاتھوں کی لکیروں سے دُنیائے مستقبل کی تقدیر کے خطوط متعین ہوں گے۔

● ان دو ہاتھوں میں پیدا ہونے والی کشش کا دائرہ تمام سعادتمند رُوحوں پر محیط ہو جائے گا۔

- ان دو ہاتھوں میں پیدا ہونے والا ارتعاش فضائے بسیط میں تحیّر کُن انقلابات کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔
- ان دو ہاتھوں کی رگوں سے پیدا ہونے والی بجلی قلوب کی تاروں میں خود افروز روشنی اور جِلا پیدا کرے گی۔
- ان دو ہاتھوں کے مَس سے جنم لینے والا نورانی انتشار ظلمتوں کے کافور کرنے کا سبب بنے گا اور اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا کا رُوح پرور نظارہ منعکس کرے گا۔

اب وہ گمان یقین کا اور خواب حقیقت کا جامہ پہن چکا ہے۔ اس حقیقت کو اپنے زعمِ باطل جھٹلانے والے خود اپنے ہی دامِ تزویر کا شکار ہو چکے ہیں۔ **انقلابِ نو کی تقدیر — تقدیرِ مبرم ہے** اور دُنیا کی کوئی تدبیر اس تقدیر میں حائل نہیں ہو سکتی۔

ع قضائے آسماں است ایں بہر حالت شود پیدا

— لیکن مظہرِ اتم دستِ مبارک سے تجدیدِ عہد کرنے والے اے دستِ باوفا!
— کیا تو "یہ خوش بُودے" کے مسحور کُن مراتب عالیہ کی معرفت رکھتا ہے۔ اور تیرا دستِ دعا بھی اتنا مجب
— کہ تیرے ہاتھ میں بھی تقدیرِ مبرم کو قریب تر لانے کے لئے۔ ....

- ایسی قدرت پیدا ہو جائے جو خلوص و ایثار میں "من تو شدم تو من شدی" کے ارفع مقام تک پہنچا دے۔
- ایسی کشش پیدا ہو جائے کہ اکنافِ عالم سے رُوحیں کشاں کشاں چلی آئیں۔
- ایسی حرارت و توانائی پیدا ہو جو قلوب کے سرد خانوں کو آتشِ عشقِ الٰہی کا جزوِ لاینفک بنا دیں۔
- ایسی بجلی پیدا ہو جو ہر ذرّہ کائنات کو ایسا جگمگائے کہ ساری دُنیا اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی رُوحانی لہروں میں فنائیت کا مقام حاصل کرتی دکھائی دے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال مورخہ ۲۲ اپریل تا ۵ مئی ۱۹۸۳ء
مجلس خدام الاحمدیہ کی سالانہ

تربیتی کلاس

ایوانِ محمود ربوہ میں منعقد ہوگی جس میں ہر مجلس کی نمائندگی ضروری ہے۔

(ناظم اعلیٰ سالانہ مرکزی تربیتی کلاس)

عبدالکریم قدسی۔ لاہور

"حصارِ دُعا"

نظر کے سارے کواڑ بند تھے
نگاہ اور منظروں کے مابین
اِک کھچاؤ سا آ گیا تھا
عجب تناؤ سا آ گیا تھا

لبوں کی شاخوں سے اُڑ کے
گویائی کے پرندے چلے گئے تھے
عجیب موسم تھا
شب جنوں میں بھٹک رہے تھے
جو ہوش مند تھے
نظر کے سارے کواڑ بند تھے

بالآخر اک قافلہ صبا کا
دلِ حزیں کی زمیں پہ اُترا
کہ جس کے ہاتھوں صراحیاں تھیں
جو لبریز آبِ حیاتِ نو سے تھیں

عجیب پانی تھا
نِتھرا نِتھرا اور سُتھرا سُتھرا
جو ہَولے ہَولے
دلِ حزیں کی زمیں پہ اُترا

میری نظر نے میرے لبوں نے
بخیر و خوبی مراجعت پہ
رہِ وفا کے مسافروں کی
بَلائیں لی ہیں
مَیں شادماں ہوں
کہ اِس عمل نے سرورِ ہم کو عطا کیا ہے
مَیں مطمئن ہوں
کہ آنے والے نے
پھر حصارِ دُعا میں ہم سب کو لے لیا ہے

مدیر کے قلم سے

کُلُّ العِلمِ فی القرآن ... خلائی پرواز

قرآن کریم بلاریب تقسیم نعمت، تعیینِ صراط اور تکوینِ ملّت کا پیغام تھا۔ اِس محشر بداماں صحیفہ کا مقصد انسان کی علمی، ذہنی، اخلاقی اور رُوحانی استعدادوں میں ایک غیر معمولی اور تحیّر کن انقلاب پیدا کرنا تھا۔ تا اس دَور کا انسان ارتقائے ظاہری و باطنی میں اپنی معراج کو پہنچے۔ اِس لیئے قرآن کریم بنیادی طور پر ان تمام علوم و اسباب کی طرف اصولی راہنمائی فرماتا ہے جو لوازمہ حصولِ ارتقاء ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے " وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○" کہ ہمارے پاس ہر چیز کے خزائن موجود ہیں لیکن ہم ان کو ایک " قدرِ معلوم " میں اُتارتے ہیں۔ اسی طرح فرمایا " لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ " کہ آسمانی رفعتوں اور ارضی پنہائیوں میں ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ اور ہر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا امر اس کتاب مبین میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک شعر میں اسی حقیقت کو آشکارا فرماتے ہیں ؎

کُلُّ العلمِ فی القرآن لٰکن
تقاصرَ عنہ افہام الرجال

کہ قرآن کریم تمام علوم کا سرچشمہ ہے لیکن اذہانِ انسانی ان کی معرفت سے ناآشنا ہیں۔ حضرت اقدس نے موجودہ دَور کے تقاضوں کے مطابق قرآن کریم کی ایسی عظیم الشان تفسیر فرمائی کہ حقائق و معارفِ جدیدہ اور دقائق و نکاتِ عدیدہ کا ایک بحرِ ذخار ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ اس بحرِ ذخار میں سے چند موتی پیشِ قارئین کرام ہیں۔

اِس شمارہ میں خلائی پرواز کے بارہ میں جو اصولی راہنمائی قرآن کریم سے ملتی ہے اس سے متعلق کچھ بیان کرنا مقصود ہے۔

خلائی پرواز کے لیئے جس آیتِ قرآنی سے استنباط ہوسکتا ہے وہ سورۃ رحمٰن کی یہ آیت ہے:۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ○

کہ اے معشرِ جنّ و انس اگر تم میں آسمانوں
اور زمین کی حدود سے باہر نکلنے کی طاقت
ہے تو نکل کے دکھاؤ (ہاں اگر کہیں
تھوڑی بہت اِس میدان میں کامیابی
ہوتی بھی) تو سلطان کی مدد سے ہو
سکے گی۔"

خداتعالیٰ نے اِس آیتِ قرآنی میں السّمٰوٰت و الارض کی حدود سے نکلنے کی نفی فرمائی ہے اور جدید سائنسی تحقیق کے مطابق اگر کوئی وجود ایسی تیز رفتاری سے سفر کرے جتنی روشنی کی ہے اور جو عملاً ناممکن ہے تو بھی وہ کائنات کے گرد چکّر نہیں لگا سکتا۔ کائنات کا پورا چکّر ایک اندازے کے مطابق ۲۰۰ کروڑ نوری سال سے کم اور ۶۰۰ کروڑ نوری سال سے زیادہ نہیں اور کائنات وسعت پذیر ہے لہٰذا روشنی کی رفتار کو کائنات کا چوتھائی چکّر لگانے میں ۵۰ اکروڑ سال لگیں گے۔ اور یہ معلوم ہے کہ ہر ۱۳ کروڑ سال کے بعد تمام کائنات کے فاصلے پھیل کر دوگنے ہو جاتے ہیں۔ اور تین چوتھائی فاصلہ بجائے ۱۵۰ کروڑ سال کے ۹۰۰ کروڑ نوری سال ہو جائے گا۔ اس لئے کائنات کی حدود سے اسکے وسعت پذیر ہونے کے باعث نکلا نہیں جا سکتا۔ قرآن کریم اس امر کی بھی وضاحت فرماتا ہے وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ کہ کائنات کو ہم نے ایسی قدرتوں کو بروئے کار لاکر تشکیل دیا ہے کہ وہ وسعت پذیر ہے اور پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ اِس لئے مندرجہ بالا آیت میں چیلنج ہے کہ کائنات کی حدود سے نکل کے تو دکھاؤ! یاد رکھو اِس کائنات کے اندر زبردست قدرتوں کے مالک کے ایسے اصول کارفرما ہیں جو اس کی خرد افروز اور تحیّر کُن وسعت پذیری میں ممد و معاون ہیں۔

لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ میں اِس امکان کا ذکر کیا گیا ہے کہ اِس امر میں تھوڑی سی پیش رفت ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ تم زمینی حدود کو یا قریبی اجرامِ فلکی کو تسخیر کرنے میں کامیاب ہو جاؤ لیکن وہاں بھی ایک بدیہی اصول کو بروئے کار لاکر ہی تم کامیاب ہو سکتے ہو۔ اور وہ "سلطان" ہے۔ خلائی پرواز کے لیئے خداتعالیٰ نے جو "سلطان" کو لازم قرار دیا تو یہ محض اتفاقی نہیں بلکہ اس میں بے شمار حکمتیں مخفی تھیں۔ اور عصرِ حاضر کے جدید انکشافات قرآن کریم کے اس حُسن کو ظاہر کر رہے ہیں۔

(ا) تیز رفتاری۔ خلائی پرواز کے لیئے کسی SPACE CRAFT کے لیئے ایک خاص حد تک تیز رفتاری حاصل کرنا ضروری ہے۔ زمین کے مدار میں گھومنے کے لیئے اٹھارہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار کافی ہے۔ لیکن زمین کی کشش سے نکلنے کے لیئے پچیس ہزار میل فی گھنٹہ (۷ میل فی سیکنڈ) کی رفتار ہونا ضروری ہے۔ اور جس رفتار سے وہ زمین کی حدود کو عبور کرے گا وہی رفتار اُس کی خلاء میں قائم رہے گی۔

"سلطان" کا مادہ "سلط" ہے۔ اور السلاطة کے معنی "الحدّة" یعنی تیزی کے

ہیں کہ زمین کی حدود تیز رفتاری کے ساتھ ہی عبور کر سکتے ہو۔

(۲) ہیئت صوری: SPACE CRAFT کے لیئے ایسی صورت و ہیئت کا ہونا ضروری ہے جو تیز رفتاری میں ممد و معاون ہو۔ اور ظاہر ہے کہ نیزہ یا تیر کی شکل میں یہ مقصد سہل الحصول ہے۔ اسی لیئے نہ صرف یہ کہ تمام SPACE CRAFT کی شکل تیر جیسی ہے بلکہ نام بھی ROCKETS رکھ کر اس کے ثبوت میں دلیل بھی فراہم کی۔ LAUNCH VEHICLE کے تین بڑے حصے:

(1) AIR FRAME (2) POWER PLANT (3) SYSTEM OF GUIDANCE

ایسے طریق پر ایک دوسرے میں نصب کیئے ہوتے ہیں کہ وہ ساری بحیثیتِ مجموعی ایک لمبا سا تیر لگتی ہے۔ اسی طرح مختلف قسم کی LAUNCH VEHICLES جیسے سکاؤٹ، ڈیلٹا، ایگنا بی، سینتور، سیٹرن، نووا، اپالو، وائی کنگ وغیرہ سب صورت کے لحاظ سے ایک جیسی ہی ہوتی ہیں۔ اور یہ سب تیر کے مشابہ ہیں۔ سلط کے مادہ سے السلطة کے معنی "السھم الطویل" یعنی لمبے تیر کے ہیں۔ گویا ایک لمبے تیر کی شکل والے یعنی ROCKETS کے ذریعہ تم خلاء میں جا سکتے ہو۔

(۳) ترمذی میں ایک حدیث ہے: "فیرمون بنشّا بھم الی السماء فیردُّ اللہ علیھم نشّابھم محمرًّا دمًا۔"

کہ یاجوج ماجوج (روس و امریکہ) آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے پس اللہ تعالیٰ اُن کے تیر اس حالت میں لوٹائے گا کہ وہ خون کی طرح سُرخ رنگ کے ہوں گے۔"

اس حدیث پاک میں بھی آسمان کی طرف بھیجے جانے والے SPACE CRAFT کو تیر ہی کہا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب وہ زمین کی طرف واپس لوٹائے جائیں گے تو اُن کا رنگ سُرخ ہوگا۔ کسی سٹیلائٹ کو اگر زمین کی طرف واپس لانا ہو تو اس کے ساتھ RETRO ROCKETS لگائے جاتے ہیں جو رفتار کم کر کے رُخ کو زمین کی طرف موڑ دیتے ہیں لیکن جب وہ زمین کی فضائی حدود سے ٹکراتے ہیں تو انہیں آگ لگ جاتی ہے......

اور آگ کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے اور عموماً جلانا مفید رہتا ہے۔ البتہ اگر کسی سٹیلائٹ کو زمین پر بحفاظت واپس لانا ہو تو نیچے فائیبر گلاس کی "HEAT SHIELD" لگاتے ہیں۔ اس صورت میں بھی آگ کا شعلہ ضرور نکلتا ہے۔

یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ اے دو بڑی طاقتو! (روس

(امریکہ) تم جو اپنے مفاد کی خاطر آسمان کی طرف آلات پھینکو گے تو وہ تمہارے خلاف آگ کے شعلوں کی شکل میں لوٹائے جائیں گے۔

(۴) **ڈیڑھ گُنا طاقت**:۔ کسی VEHICLE کو خلاء میں پھینکنے کے لیئے جو قوت صرف کرنا پڑتی ہے وہ ڈیڑھ گُنا ہے۔ یہ طاقت POUNDS OF THRUST میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"TO BOOST A SPACE-CRAFT IN TO ORBIT REQUIRES A THRUST OF ABOUT ONE AND ONE HALF TIMES THE TOTAL WEIGHT OF THE LAUNCH VEHICLE AND THE SPACE-CRAFT."

"سلطان" کا لفظ اگر عددی لحاظ سے دیکھا جائے تو ۶۰+۳۰+۹+۱+۵۰=۱۵۰۔ اور یہی وہ انسب عدد ہے جو "One and one half" کی صحیح ترجمانی کرتا ہے کہ خلاء نوردی کے لئے ضروری ہے کہ ایسی قوت سے زمین کی حدود سے نکلا جائے جو اصل وزن کا ڈیڑھ گنا ہو۔ یعنی دس پونڈ وزنی خلائی مشین کو پھینکنے کے لیئے پندرہ پونڈ آف تھرسٹ قوت صرف ہوگی۔

(۵) **پاور پلانٹ**:۔ تیز رفتاری اور مندرجہ بالا طاقت کو معیار تک لے جانے کے لیئے جو آلات وسامان نصب کیا جاتا ہے وہ POWER PLANT کہلاتا ہے۔ اور سلطان کے ایک معنی "المقوّة والمقدرة" کے ہیں کہ جو خلائی پرواز کے لیئے زمین کی حدود سے نکلنے کی خاطر جو سامان استعمال ہوگا اس کا نام بھی "سلطان" رکھا جائے گا۔

(۶) **پاور پلانٹ کا فنکشن**:۔ پاور پلانٹ کے لیئے عموماً تین قسم کے ROCKETS استعمال ہوتے ہیں۔

1- LIQUID FUEL ROCKET-

اس میں FUEL اور OXIDIZER الگ الگ ٹینکوں میں ہوتے ہیں پھر ایک بھٹی میں دونوں کو جلا کر گیس بنائی جاتی ہے۔ وہ پھیلتی ہے اور پھر EXHAUST NOZZLE کے ذریعہ تیز رفتاری سے باہر نکالتے ہیں۔ اس کے ردِ عمل کے نتیجہ میں SPACE CRAFT تیزی پکڑتا ہے۔

2- SOLID FUEL ROCKET-

اس میں FUEL اور OXIDIZER ٹھوس شکل میں ہوتا ہے اور اس کا استعمال بھی مندرجہ بالا طریق پر ہے۔

3- NUCLEAR FUELED ROCKET-

اس میں WORKING FLUID استعمال ہوتا ہے جو ایک نیوکلیئر ری ایکٹر میں سے گزار کر

اونچے درجہ تک گرم کرتے ہیں۔ اور پھر مندرجہ بالا طریق پر گیس خارج کر کے رفتار کو حاصل کیا جاتا ہے۔

تینوں قسم کے پاور پلانٹس میں ایک قدرِ مشترک ہے کہ FUEL کو جلا کر توانائی حاصل کی جاتی ہے۔ خواہ وہ مائع ہو یا ٹھوس ہو یا کیمیائی طریق سے حاصل کی جائے۔ خدا تعالیٰ کے کلام قرآن مجید کی عظمت و شوکت کے قربان کہ کس طرح "سلطان" کے لفظ کا انتخاب فرما کر اس راز کو بھی منکشف فرماتا ہے۔ اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ دُنیا کا ہر جدید انکشاف میرے بیان کی تصدیق کرے گا اور "لَا أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ" کے حُسن و جمال کو اور نکھارنے والا ہوگا۔

"سلطان" کے بارہ میں لغت نے لکھا ہے "السلطان اشتقاقه من السليط قال والسليط ما يضاء به و من هذا قيل للزيت سَلِيط"

کہ "السلطان" کا لفظ السلیط سے نکلا ہے اور السلیط سے مراد ہے کہ "ہر وہ چیز جس کو جلا کر روشنی یا توانائی حاصل کی جائے" اور اسی لیئے تیل کو بھی سلیط کہتے ہیں۔ کتنا جامع لفظ ہے کہ جو ہر قسم کی توانائی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ حرارت یا جلانے سے توانائی کا حصول اصل مراد ہے خواہ وہ مائع ایندھن سے حاصل ہو یا ٹھوس ایندھن سے یا کیمیائی ایندھن سے اور خواہ وہ ضوءُ الشمس کی صفتِ وھّاجیت کو ارتکاز کرنے کی شکل میں ہو۔ یعنی شمسی توانائی پر بھی یہ لفظ اطلاق پاتا ہے۔

(۷) سُلطان کا لفظ الحجۃ کے لیئے بھی استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ زمینی حدود سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ "فیها تحیونَ" کے زرّیں اصول کے مطابق لوازمۂ حیات کا ساتھ ہو۔ اس لیئے مصنوعی ارضی ماحول پیدا کر کے ہی تم زمین کی حدود سے نکل سکتے ہو۔

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیا نکلا

خدا کی حمد میں مصروف یہ زباں ہے آج
بیاں کیسے کروں دل میں جو نہاں ہے آج

عجب بہار ہے چھائی خزاں کے موسم میں
حسین کتنا محمدؐ کا گلستاں ہے آج

کٹھن سفر تھا جسے ہم نے ہنس کے کاٹ لیا
مسیح کا نئی منزل پہ کارواں ہے آج

کہ اندلس میں بالآخر بنا خدا کا گھر
ہر اک زباں پہ یہی داستاں رواں ہے آج

وہ جس کے ہاتھوں سے رکھی گئی تھی اس کی بناء
خدا کے قرب کی جنت میں شادماں ہے آج

پھر آج فاتح خیبر ہے ایک شیرِ خدا
شکست خوردہ کھڑی فوجِ باطلاں ہے آج

جہاں نسیم بھی تثلیث کے سناتی گیت
انہی فضاؤں میں توحید کی اذاں ہے آج

جو تیرگی کا جہاں تھا وہ آج روشن ہے
دکھایا دنیا کو مولیٰ نے یہ نشاں ہے آج

خدا کرے میرے "طاہر" پہ صد ہزار کرم
وہی تو دین کے لشکر کا پاسباں ہے آج

(رشیدہ نصرت پاشا)

حضرت بابا پیغمبر اسنگھ صاحب

(مکرم جناب عبدالرحمٰن صاحب شاکر۔ ربوہ)

سکھ قوم میں سے ایک درجن کے قریب احباب حضرت اقدس ۔۔۔۔ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے سرخرو ہوئے۔ اُن میں سے حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب، حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔اے، حضرت سردار فضل حق صاحب، حضرت شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" تو جماعت احمدیہ میں بہت معروف ہستیاں ہیں۔ اِن کے علاوہ حضرت بابا پیغمبر اسنگھ صاحب بھی صفِ عُشّاقِ حضرت اقدس ۔۔۔۔ میں کسی سے پیچھے نہیں تھے۔

ہماری جماعت کے مورخِ اعظم حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر اخبار الحکم تحریر فرماتے ہیں :۔

"اِنہی ایّام میں آپ (حضرت اقدس) نمازیں حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کی مسجد میں (جو لنگے منڈی اندرون شہر لاہور حضرت میاں چراغدین صاحب کے مکان کے سامنے تھی) پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز آپ ظہر یا عصر کی نماز پڑھ کر نکلے۔ مسجد سے نکل کر مکان کو جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک شخص نے جو (اپنے) آپ کو امام مہدی کہتا تھا

پڑھتا تھا[1] آپ کی کمر میں ہاتھ ڈالا مگر وہ نہ تو آپ کو اُٹھا سکا اور نہ گرا سکا۔ حضرت سید امیر علی شاہ صاحب سیالکوٹی (جو خود انسپکٹر پولیس تھے اور حضرت کے مرید تھے) نے اس کو پکڑ کر الگ کر دیا اور وہ اُس کو مارنا چاہتے تھے (مگر) حضرت نے مُسکرا کر کہہ دیا کہ "اسے کچھ مت کہو، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کا عہدہ مَیں نے سنبھال لیا ہے" اور برابر مکان تک مڑ مڑ کر دیکھتے رہے کہ کوئی اُسے دُکھ نہ دے۔ وہ ساتھ ساتھ آ رہا تھا اور مکان کے باہر اُس نے تقریر شروع کر دی۔ یہ شخص گجرانوالہ کے ایک گاؤں کا رہنے والا تھا اور اُس کا بھائی پیغمبر اسنگھ کے نام سے ہماری جماعت میں مشہور مخلص تھا۔ آخر احمدی ہو گیا تھا۔ اُس نے (پیغمبر اسنگھ نے) لاہور کی ایک مجلس میں حضرت اقدس پر پھول برسائے۔

---

[1] اس شخص کا نام اللہ دتا تھا۔ لاہور میں سنگترے بیچا کرتا تھا۔

(روایت میاں عبدالعزیز مغل لاہوری، رجسٹر روایات صحابہ ۱۰ صفحہ ۲۸)

اور اپنے بھائی کے لئے معافی مانگی۔ پیغمبر سنگھ کو ایک زمانہ میں یہ دعویٰ تھا کہ وہ سکھوں کے گرو رام سنگھ کا اوتار ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُس پر حقیقتِ اسلام واضح کر دی اور وہ متقی اور مخلص احمدی بنا اور خاکسار عرفانی سے وہ بہت محبّت کرتا تھا۔" (حیاتِ احمد جلد سوم صفحہ ۲۱۱ مطبوعہ حیدر آباد دکن)

بابا پیغمبر سنگھ صاحب کو خاندانِ حضرت اقدس ... سے بے پناہ محبت تھی جس کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے تھے۔

حضرت مصلح موعود نواب صاحب کے ٹانگہ میں جلسہ میں تقریر کرنے تشریف لے جا رہے تھے۔ بابا جی اُس وقت شیخ رحمت اللہ صاحب انجنیئر کے مکان کے قریب جلسہ گاہ کو جا رہے تھے۔ کسی نے کہا بابا جی آگے سے ہٹ جاؤ حضرت صاحب کا ٹانگہ آ رہا ہے۔ بابا جی بجائے ہٹنے کے بالکل سڑک کے بیچ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے "اوئے کون اے؟ محمود اے؟" کسی نے کہا ہاں اور جھٹ حضرت کے ہاتھ پر بوسہ دے کر کہنے لگے "لے ہُن چلا جا"۔

سنہ ۱۹۳۱ء کی بات ہے مولوی ذوالفقار علی خان صاحب رام پوری اپنے مکان کے باہر دھوپ میں کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔ بابا جی بھی بیٹھے تھے کہ یکایک اُن کے دل میں کیا آئی اور جدھر بھی مُنہ تھا اذان دینے لگ گئے۔ سب لڑکے ہنسنے لگے مگر مولوی صاحب موصوف نے انگلی کے اشارے سے ہمیں منع کیا۔ اذان ختم ہونے پر ہمیں نصیحت کی کہ یہ لوگ مجذوب ہوتے ہیں اور صف عشاق میں سے ہوتے ہیں۔ یہ جوشِ محبّت سے ایسی باتیں کرتے ہیں ان پر ہنسنا نہیں چاہیئے۔

اِس پر مجھے مدرسہ احمدیہ قادیان کی چھٹی جماعت میں پڑھا ہُوا عربی ناول "حدیثِ عیسیٰ بن ہشام" کا وہ ہیرو مصر کا پاشا یاد آ گیا جو بوجہ زلزلہ کے اپنی قبر سے باہر آ گیا اور اپنے محل کی طرف چلا تو دربان نے اُسے روکا۔ دونوں میں گرم گرم مکالمہ ہوتا ہے۔ پاشا بہکی بہکی باتیں کرتا ہے تو دربان اُسے کہتا ہے "اَظُنُّكَ مِنَ الْمَجَانِيْنِ الْحَضْرَةِ"۔ یعنی مَیں تمہیں اللہ کے دیوانوں میں سے سمجھتا ہوں۔ بس ایسے ہی ایک اللہ کے دیوانے، حضرت اقدس ... کے عاشق بابا جی بھی تھے۔

مَیں نے اُن سے اُن کا وطن پوچھا تو فرمایا کہ ضلع شیخوپورہ ہے۔ اپنے ابتدائی حالات کسی کو نہ بتاتے تھے۔ کہا کرتے تھے "چاچا تینوں کی"۔ یعنی اے چچا تمہیں اِس بات سے کیا مطلب؟

تقریباً اِسی زمانہ کی بات ہے کہ نماز فجر کے بعد حضرت مصلح موعود مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے اور کسی سے کچھ بات کر رہے تھے اور بابا پیغمبر سنگھ مسجد میں ایک طرف علیحدہ خاصی دُور بیٹھے تھے۔ بجانے کیا دل میں آیا حضور کے قریب آ کر — بغیر اس بات کا لحاظ کئے کہ یہ آدابِ مجلس کے خلاف ہے — حضور کو مخاطب کر کے کہا "سُنیں ناموُد! میری اِک گُرمی سی، پس تیرے ورگی سوہنی سِکھاں نے زمینوں آکھیا ایہہ توں ساڈے وچ ویاہ دے۔ پر مَیں اونہاں نوں

گالاں کڈھیاں تے مسلماناں وِچ وِیاہ دِتا" یعنی سُنو محمود! میری ایک لڑکی تھی بس تمہارے جیسی حسین۔ سکھوں نے مجھے کہا اسے سکھوں میں بیاہ دو مگر میں نے ان کو گالیاں دیں اور مسلمانوں میں بیاہا۔
یہ کہہ کر بابا جی اُٹھ کر پھر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئے۔
وہ تکلف سے بری تھے۔

اسی طرح جناب رحیم بخش صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب ساکن گجرات روایت کرتے ہیں کہ "لاہور میں میاں چراغدین کے احاطہ میں حضرت صاحب کا لیکچر ہونے لگا تو لیکچر سے پہلے بابا پیغمبر اسنگھ جو اُس وقت احمدی نہیں تھے لیکن اُن کے دل میں حضرت صاحب کی محبت اور اخلاص پیدا ہو چکا تھا اپنی جھولی پھولوں سے بھر کر لایا اور لوگوں میں سے گزر کر حضرت اقدس کی طرف بڑھنے لگا۔ لوگوں نے اُس کی ظاہری شکل دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہ بُری نیت سے آیا ہے اور شاید حضرت اقدس پر حملہ کرے۔ اس لئے بعض نے اُسے روکنا چاہا۔ مَیں بھی اُس مجمع میں موجود تھا۔ حضرت اقدس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اِس کو مت روکو، آنے دو۔ وہ پھولوں کی مٹھی بھر کر حضرت اقدس کی طرف پھینکتا اور مُنہ سے کہتا کہ جو پتھر پھینکے گا اُس پر پتھر پھینکے جائیں گے اور جو پھول برسائے گا اُس پر پھول برسیں گے۔ بار بار یہی کہتا جاتا تھا۔ جب حضرت اقدس کے قریب پہنچا تو بعض احباب جو حضرت اقدس کے قریب بیٹھے تھے انہوں نے اُسے کہا کہ اب آپ بیٹھ جائیں۔ پھر وہ بیٹھ گیا۔"
(رجسٹر روایات صحابہ ملا صفحہ ۹۲-۹۳)

حضور نے اپنی فراستِ مومنانہ سے بھانپ لیا تھا کہ یہ شخص حُسنِ نیت اور اخلاص و محبت سے پھول لیکر آیا ہے ؎

کون ہے بزم کے قابل وہ سمجھ جاتے ہیں
سب نکالے گئے پروانے نکالے نہ گئے

مکرم مولوی محمد حسین صاحب مربی سلسلہ نے مجھے سُنایا کہ ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں حضرت مصلح موعود فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے تو دیکھا کہ بابا پیغمبر اسنگھ ایک بوسیدہ سا کوٹ پہنے ٹھٹھر رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر جاتے وقت اپنا نہایت قیمتی چوغہ بابا جی کو عنایت فرمایا۔ بابا جی نے اپنے انداز میں کہا:۔

"محمود! ایہہ کم پیو ورگا کیتا ای"
یعنی محمود! یہ کام اپنے والد کی مانند کیا ہے۔
کسی نے پوچھا کہ یہ چوغہ کہاں سے لیا ہے؟ تو کہا:۔
"سوہنے نے دِتا اے"
یعنی معشوق نے عطا کیا ہے۔

مکرم مولوی عبدالرحمٰن انور صاحب نے مجھے سُنایا، اور اُن کو مولوی محمد ابراہیم بقاپوری صاحب نے بتایا کہ وہ ایک دفعہ ضلع شیخوپورہ میں بابا پیغمبر اسنگھ کے گاؤں گئے اور باتوں باتوں میں اُن سے کہا کہ بابا! کیا قادیان نہیں چلو گے؟ وہ کہنے لگے لو بھر ذرا ٹھہرو۔ یہ کہہ کر بابا جی نے اپنے مکان کو جگہ جگہ سے کھودنا شروع کیا تو ایک خاصی رقم جو وہاں زمین میں دبائی ہوئی تھی نکالی۔ اُس کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ مولانا بقاپوری

کو پیش کیا کہ یہ آپ کے زادِ راہ کے لیے ہے اور ایک حصہ اپنا رکھ لیا اور تیسرا حصہ "سوہنے دا" یعنی حضرت صاحب کا نذرانہ علیحدہ کر لیا۔

راقم الحروف کے چچا چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی نے مجھے سنایا کہ ایک دفعہ بابا پیغمبر اسنگھ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ باہر گلی میں سے سردار پرتاپ سنگھ اکالی گزرا اور بابے کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ کیا طریق ہے۔ جب مسلمان ہو گئے ہو تو وضع بھی ویسی بناؤ۔ مگر بابا جی نے کچھ نہ سنا اپنے کام میں مشغول رہے۔

مکرم چوہدری عبدالواحد صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد نے مجھے سنایا کہ ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر حضرت مصلح موعود نے چندے کی اپیل کی تو بابا پیغمبر اسنگھ جو حضور کے سامنے بیٹھے تھے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہا کہ میری دو بکریاں تھیں جو چار روپے میں فروخت ہوئی تھیں وہ چار روپے میں نے چندے میں ادا کر دیئے ہیں اور اگر اور ضرورت ہے تو (جلدی سے لیٹ کر کہا) یہ میری گردن حاضر ہے۔

ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں ظہر کی نماز ادا کر کے بابا جی احمدیہ چوک میں آئے تو پتہ نہیں کیا ہوا میاں نور احمد صاحب کابلی کی دکان کے عین سامنے بازار میں لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت میر محمد اسحاق صاحب وہاں سے گزرے تو بابا جی نے پوچھا "کون ہے؟" وہ کہنے لگے "بابا میں محمد اسحاق" بابا جی نے جھٹ کہا "اسحاق مجھے ایک نماز کی کتاب لے دو۔" میر صاحب نے پوچھا آخر آپ نے کیا کرنی ہے؟" بابا جی نے جواب دیا "چاچا تم

قائد کا پاکستان!

"پاکستان میں اقلیتوں کی پوری پوری حفاظت کی جائے گی۔ خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اُن کا مذہب، ایمان اور عقیدہ پاکستان میں بالکل محفوظ اور سلامت رہے گا۔ اُن کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ اُن کے مذہب، عقیدے، جان و مال اور اُن کی ثقافت کا مناسب تحفظ ہو گا۔ وہ بلالحاظ رنگ و نسل ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہیں۔"

(ارشاد قائداعظم بر موقعہ پریس کانفرنس نئی دہلی۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۴۷ء)

مجھے کتاب لے دو۔ کسی نے مجھ سے فرمائش کی تھی اُس کو دے دوں گا۔" اس پر میر صاحب نے فخر الدین ملتانی کی دکان سے ایک کاپی نماز لے کر دے دی جو بابا جی نے اپنے لمبے سے فوجی کوٹ میں ڈال لی۔

مولوی محمد حسین صاحب مربی سلسلہ نے مجھے سنایا کہ ایک دفعہ بابا پیغمبر اسنگھ بٹالہ آ گیا اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں ایک سیاہ جھنڈا تھا۔ اُس پر لکھا تھا "مہدی علیہ السلام دا جھنڈا" اور بلند آواز سے نعرے لگا رہا تھا بڑے بازار کی مسجد کے سامنے سے گزرا تو غیر احمدی جوان

نے اعتراض کیا کہ تم ادھر کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواباً کہا کہ یہ سرکاری بازار ہے اس میں سے گزرنے کا ہر شخص کو حق ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھر یہ نعرے کیوں لگاتے ہو۔ باباجی نے کہا کہ منہ خدا نے بولنے کے لئے بنایا وہ تو بولے گا۔ اس پر لاجواب ہو کر انہوں نے باباجی کو مارنا شروع کر دیا۔ بابا مار کھاتا رہا اور کہتا جاتا تھا کہ "واقعی تمہارا یہی کام ہے"۔ اس پر وہ لوگ بجھ گئے۔

جلسہ سالانہ پر والہانہ طریق میں پنجابی کے خود ساختہ اشعار بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مصرع مجھے اب تک یاد ہے: "آگیا او بابا ویدرو گیاں دا" یعنی مریضوں کا مسیحا آگیا ہے۔ مراد حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے تھی۔

جب ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کا وصال ہوا تو باباجی بھی اس وقت احمدیہ بلڈنگز میں موجود تھے۔ لوگ بے تابی سے نعش مبارک کی زیارت کے لئے مکان کے اندر جاتے تھے مگر ان کو اندر نہیں جانے دیتے تھے۔ کسی نے ان کو روک دیا کہ نہ جانے یہ سکھ کون ہے؟ اس پر باباجی رو پڑے اور کہا "اوئے تہاڈا کوئی دکھ پیو سی؟ مینوں کیوں نہیں اندر جان دیندے"۔ یعنی کیا حضرت مرحوم تمہارے علیحدہ باپ تھے، آخر تم مجھے کیوں اندر نہیں جانے دیتے؟ تب کسی واقف کار نے ان کو پہچان کر اندر جانے دیا۔

(روایت ملک نیاز محمد خان۔ رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۳ صفحہ ۲۳۶)

الغرض حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عشاق میں سے ایک بابا پیغمبر سنگھ بھی تھے۔ یہ چند یادداشتیں لکھ دی ہیں کہ بیچارے کا کچھ نشان رہ جائے اور آئندہ آنے والی نسلیں ایسے لوگوں کو یاد رکھیں۔

طلوعِ سحر

(جناب روشن دین تنویرؔ مرحوم)

ناپاک خیالوں کا اثر دیکھ رہے ہیں
زہریلے درختوں کا ثمر دیکھ رہے ہیں

پانی بھی بھڑک اُٹھا ہے مٹی بھی ہوا بھی
بارودِ عناصر میں شرر دیکھ رہے ہیں

آرام میں مشرق ہیں نہ مغرب نہ جزائر
ہر ایک وطن زیر و زبر دیکھ رہے ہیں

تھے سر بفلک جتنے تکبّر کے محلّات
گرتے ہوئے سب خاک بسر دیکھ رہے ہیں

جیسے کسی بچّے کے کھلونے ہوں یونہی آج
ابلیس کے ہاتھوں میں بشر دیکھ رہے ہیں

آتا ہے نظر سامنے انبار کھنڈر کا
قائم کوئی دیوار نہ در دیکھ رہے ہیں

یہ نوحؑ کا طوفاں ہے کہ لوطؑ کی آندھی
کچھ اُن سے زیادہ ہی خطر دیکھ رہے ہیں

دُنیا ہوئی جاتی ہے جو خود درہم و برہم
حیرت زدہ یہ شمس و قمر دیکھ رہے ہیں

شہ کار یہ انساں کی تباہی کا فرشتے
افلاک سے دُزدیدہ نظر دیکھ رہے ہیں

پھر ٹوٹنے والا ہے یہ جادُو کا طلسمات
اس راز میں اِک رازِ دگر دیکھ رہے ہیں

اِک مردِ خدا دوست کی تاثیرِ دُعا سے
جبریل کا دُنیا میں گزر دیکھ رہے ہیں

آوازِ مسیحائے زماں گونج رہی ہے
ہر چیز میں ہم اُس کا اثر دیکھ رہے ہیں

تنویرؔ جنہیں حق نے عطا کی ہیں نگاہیں
اس رات کی ظلمت میں سحر دیکھ رہے ہیں

آہ! بشارت الرحمٰن قمرؔ

(مکرم و محترم مولانا محمد احمد صاحب جلیل۔ استاذ الجامعہ۔ ربوہ)

برادرم مکرم بشارت الرحمٰن صاحب قمرؔ نے ۱۹۷۵ء میں اپنے آپ کو وقفِ زندگی کی تحریک کے لیئے پیش فرمایا۔ اسی سال جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ جولائی ۱۹۸۲ء میں جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہوئے اور مدرسہ چٹھہ میں بطور مربی سلسلہ تقرری ہوئی۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۲ء کو طاہر احمد صاحب چٹھہ (ناظم اطفال الاحمدیہ مدرسہ چٹھہ) کے ہمراہ جماعتی دورہ فرما رہے تھے کہ بمقام علی پور چٹھہ ایک حادثہ کے نتیجہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ عزیز طاہر احمد صاحب میٹرک کے طالب علم اور بڑے ہونہار نوجوان تھے۔ برادرم بشارت الرحمٰن صاحب قمرؔ کے ساتھ بیتے ہوئے ۶۔ ۷ سال کا عرصہ حسین یاد کی طرح دلوں میں تازہ ہے۔ شہید مرحوم بہت ساری خوبیوں کے جامع تھے۔ اور یقیناً خدا تعالیٰ کو اُن کی یہ صفات بہت پسند آئیں جو اُس نے اپنے پیارے کو نوعمری میں ہی اپنے پاس بلا لیا۔ ؎ راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو۔

کم و بیش سات سال کی بات ہے، راقم الحروف کسی کام سے کراچی گیا۔ وہاں قیام کے دوران جمعہ کا دن بھی آیا۔ میں نے نماز جمعہ وکٹوریہ روڈ پر احمدیہ ہال میں ادا کی۔ نماز کے بعد کئی احباب سے ملاقات ہوئی۔ ایک نوخیز سفید فام ہلکے بدن کا نوجوان لڑکا، جس سے میری جان پہچان نہ تھی، وہ بھی مجھ سے بغلگیر ہو کر ملا۔ اُن دنوں عزیز مکرم چوہدری حامد کریم صاحب محمود حال مبلغ سویڈن کراچی میں تھے۔ میں نے سمجھا کہ یہ لڑکا اُن کا کوئی عزیز ہوگا۔ میں نے اس سے پوچھا، تم حامد کریم کے بھائی ہو؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ اور بتایا کہ میرا نام بشارت الرحمٰن ہے اور جھنگ کا رہنے والا ہوں۔ میں ٹی آئی کالج ربوہ میں ایف اے

میں پڑھتا تھا۔ ہوسٹل جامعہ احمدیہ میں جھنگ کے ایک طالب علم لئیق احمد صاحب طاہر (جو آجکل کراچی میں مربی ہیں) سے ملنے جایا کرتا تھا۔ وہاں آپ بھی آتے جاتے تھے، وہیں آپ سے تعارف ہوا تھا بعض نامساعد حالات کی وجہ سے تعلیم چھوڑنی پڑی۔ آجکل کراچی میں مقیم ہوں اور ملازمت کر رہا ہوں۔ میں نے معذرت کی کہ میں نے تمہیں نہیں پہچانا اور نہ مجھے تم سے ملنا یاد ہے۔

اس کے تھوڑے ہی دن بعد میں نے اس لڑکے کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں دیکھا۔ واقفیت تو کراچی میں ہو ہی چکی تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہاں کیسے آئے ہو؟ اس نے بتایا کہ مولوی عبد السلام صاحب طاہر مربی سلسلہ کی تحریک پر میں نے زندگی وقف کر دی ہے اور جامعہ میں داخل ہو گیا ہوں لیکن تعلیمی سال کا پہلا سمسٹر گذر چکا ہے، مجھے اس شرط پر ممہدہ کلاس میں داخلہ کی اجازت ملی ہے کہ دونوں سمسٹروں کا امتحان اکٹھا دینا ہوگا میں نے اس سے کہا کہ تمہیں بڑی محنت کرنی ہوگی، ورنہ پاس ہونا مشکل ہے۔ اُس نے پختہ عزم کا اظہار کیا، اور مجھ سے پڑھائی میں امداد کی خواہش کی۔ میں نے دو سینئر طالب علموں بشارت محمود صاحب اور تصوّر احمد صاحب سے کہا کہ اسے ترجمہ قرآن کریم اور عربی گرامر پڑھا دیا کریں۔ اور بعد میں گاہے گاہے ان سے پڑھائی کی رپورٹ بھی لیتا رہا۔ چنانچہ بشارت الرحمن نے خوب محنت کر کے سال بھر کا نصاب ختم کیا اور ممہدہ کلاس کا امتحان پاس کر لیا۔ اس کے بعد تعلیم کی منازل کامیابی سے طے کرنے لگا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے صرف ایک دفعہ ایک مضمون میں کمپارٹمنٹ آئی جس کا اُسے بہت افسوس ہوا۔ مگر اس جزوی ناکامی نے بشارت الرحمن کی حساس طبیعت پر تازیانہ کا کام کیا۔ اس کے بعد ہر سال پہلے سے بہتر پوزیشن لے کر پاس ہوتا رہا۔

چھ سات سال کے لمبے عرصہ کی تعلیمی زندگی میں اچھے سے اچھے طالب علموں کے متعلق بھی بعض اوقات کوئی چھوٹی موٹی انتظامی یا اخلاقی شکایت ہو جانا معمولی بات ہوتی ہے لیکن میری یادداشت میں بشارت الرحمٰن قمر نے جامعہ یا ہوسٹل میں کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ شریف الطبع، شرم وحیاء والے اور پڑھائی میں منہمک رہنے والے طالب علم تھے۔ ابتدائی سالوں میں کسی قدر کھیل کود کی طرف رجحان رہا مگر اعتدال سے کبھی نہیں بڑھا۔ آخری جماعتوں میں پہنچ کر طبیعت بہت سنجیدہ ہو گئی۔ زیادہ وقت مطالعہ میں گزارتے۔ طالب علم عموماً فارغ اوقات خوش گپیوں یا لہو و لعب میں گزار دیتے ہیں۔ بشارت الرحمٰن تضیع وقت سے اکثر اجتناب کرتے۔ ٹک شاپ (جامعہ کی کینٹین) پر جانے سے فضول خرچی کے علاوہ وقت کا ضیاع بھی ہوتا ہے۔ دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر کئی طالب علم اپنے ذرائع سے زیادہ خرچ کر کے زیر بار ہو جاتے ہیں بشارت الرحمٰن اسی لئے ٹک شاپ پر جانے سے حتی الوسع احتراز کرتے۔

بشارت الرحمٰن متین اور فرض شناس تھے۔ اگر کوئی انتظامی یا علمی کام اُن کے سپرد کیا جاتا تو مستعدی

اور شوق سے اُس کی بجا آوری میں منہمک ہو جاتے۔ کئی
سال سے جلسہ سالانہ پر اُن کی ڈیوٹی میرے ساتھ ہوتی تھی
پُوری ذمہ داری سے ڈیوٹی دینے والے اور حاضر باش
معاونین میں سے تھے۔

عبادت اور ذکرِ الٰہی میں خاص شغف تھا جو عمر
کے ساتھ بڑھتا گیا۔ بسا اوقات دن کو دیکھنے میں آیا
کہ ہوسٹل میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے نوافل پڑھ
رہے ہیں۔ کئی دفعہ میں دل لگی سے کہہ دیتا کہ میاں! تم تو
اللہ میاں کے پاس اپنا سکور بنا رہے ہو۔ تو شرم سے
مسکرا دیتے۔ نفلی روزے رکھنے کی عادت بھی تھی۔
جب کبھی ہوسٹل والے اجتماعی روزہ کا اہتمام کرتے تو
بشارت الرحمٰن مجھے بھی یاد دہانی کراتے اور دعوت
دیتے کہ آج روزہ رکھنا ہے۔ اگر مَیں سحری کے وقت
ہوسٹل میں نہ پہنچتا تو مجھے بُلانے آجاتے یا کھانا اُٹھا کر
میرے گھر پر لے آتے۔

ربوہ اور خصوصاً مسجد مبارک سے ایک گونہ
عشق تھا۔ اُن کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ
نمازیں مسجد مبارک میں ادا کریں۔ ایک دو سال سے یہ
طریق ہو گیا تھا کہ تعطیلات کے ایام میں جب طلباء
گھروں کو جانے کے لئے بیتاب ہوتے ہیں بشارت الرحمٰن
اکثر تعطیلات کے دن ربوہ میں ہی گزار دیتے۔ مَیں
انہیں مذاق سے کہا کرتا کہ مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری
ماں سوتیلی ہے اس لئے تم گھر جانے سے کتراتے ہو۔
دراصل انہیں ماں باپ اور بہن بھائیوں کی محبت سے
بھی بڑھ کر مرکز میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے
کی حرص تھی۔ شاید اُن کی چھٹی حِس انہیں بتا رہی تھی کہ
تمہاری زندگی مختصر ہے جتنا وقت مرکز میں رہ کر امام
کے قرب اور بزرگوں کی صحبت میں گزار سکو اس کو
غنیمت سمجھو۔

بشارت الرحمٰن قمر بڑے ذہین تھے علوم اور
ادب دونوں سے پوری دلچسپی تھی۔ اگرچہ تحریر و تقریر
میں متوسط درجہ کے تھے لیکن یہ امتیاز ضرور تھا کہ مضمون
لکھنے کے لئے مشکل اور دقیق مسئلہ انتخاب کرتے اور
پھر اُس کی گہرائی تک جانے کی کوشش کرتے۔ اسی
طرح اُن کی تقریر میں ایک جذبہ اور طبعی جوش ہوتا۔ جو
سُننے والوں کو متاثر کئے بغیر نہ رہتا۔ انہیں میدانِ تبلیغ
میں گئے ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے۔ اُن کے حلقۂ
تبلیغ میں جانے والے کئی دوستوں سے اُن کی تعریف
سُنی کہ وہ تبلیغ و تربیت کے میدان میں نووارد ہونے کے
باوجود کُہنہ مشق مربیان کی طرح کامیاب تھے۔ اپنے
پرائے سب اُن کی قابلیت اور نیکی سے متاثر تھے۔

بشارت الرحمٰن الگ تھلگ رہنے والے درویش
صفت نظر آتے تھے لیکن ان کو قریب سے دیکھنے والے
دوست جانتے ہیں کہ وہ بڑے بامذاق اور شگفتہ مزاج
تھے۔ بے تکلف دوستوں سے ہنسی مذاق کرتے لیکن ایسا
مذاق کبھی نہیں کرتے تھے جس سے دوسرے کی دلآزاری
یا خفت ہو۔ خوش رُو اور خوش گفتار تھے۔ سادہ اور
ریزرو ہونے کے باوصف اُن کی شخصیت میں ایک
کشش اور جاذبیت تھی۔ دوستوں کا حلقہ خاصہ وسیع
تھا جو نوجوانی میں ایسی غیر معمولی بات نہیں۔ البتہ میرے

مشاہدہ کے مطابق اُن کے دوستوں میں یہ خصوصیت ضرور
تھی کہ سب شریف اور متدین تھے۔ دوستوں کے علاوہ
بزرگوں اور اپنے اساتذہ سے بھی راہ و رسم رکھتے۔
میرے ساتھ تو بہت ہی مانوس اور بے تکلف تھے۔
مگر بے تکلفی میں حدِ اعتدال سے کبھی تجاوز نہ کرتے۔ بلکہ
بعض اوقات تو پاسِ ادب میں غلو تک پہنچ جاتے۔ کئی
دفعہ ایسا ہوا کہ نماز کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے میرے
روکتے روکتے جلدی سے بڑھ کر میرا جوتا اُٹھا لیا اور باہر
لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔

ملنسار اور نرم طبیعت ہونے کی وجہ سے بچے بھی
ان سے بہت جلدی مانوس ہو جاتے اور عمر کے تفاوت کے
باوجود اُن سے گھل مل جاتے۔ غرضیکہ دوستوں کے مخلص دوست
بزرگوں کے خدمتگزار اور بچوں کے لئے مشفق برادر تھے۔

جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں میرے ساتھ خاص روابط
تھے جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ
اُن کے گھر والوں سے بھی تعارف اور ایک گونہ تعلق ہو گیا۔
ایک دوسرے کے ہاں آمد و رفت ہونے لگی بشارت الرحمن
کا تو ہمارے ہاں اتنا آنا جانا تھا کہ گھر کا ایک فرد سمجھے جاتے
تھے۔ کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ہم دونوں بازار میں اکٹھے
جا رہے ہوتے اور راستہ میں ملنے والا کوئی دوست مجھ سے
پوچھ لیتا کہ یہ آپ کے بیٹے ہیں؟ تو میں بے ساختہ کہہ دیتا
"ہاں"! بشارت الرحمن میرے اس جواب پر تعجب سے
مسکراتے۔ تو میں انہیں کہتا کہ اگر میں "ہاں" نہ کہتا تو لمبا
بیان دینا پڑتا کہ تم کون ہو، کس کے بیٹے ہو اور کہاں کے
رہنے والے ہو وغیرہ۔ "ہاں" کہہ دینے سے بات مختصر ہو گئی
اور ویسے بھی شاگرد ایک رنگ میں بیٹا ہی ہوتا ہے۔
اس لیئے بیٹا کہہ دینا غلط نہیں تھا۔

بشارت الرحمن تقویٰ شعار اور عبادت گذار نوجوان
تھے جو بہت سی اخلاقی خوبیوں اور ذہنی استعدادوں کے
مالک تھے۔ اگر زندہ رہتے تو بڑے کام کے آدمی بنتے
مگر زندگی نے وفا نہ کی اور یہ قابل نوجوان اپنے فرائضِ
منصبی کی ادائیگی کے سلسلہ میں ۴؍ دسمبر ۱۹۸۲ء کی شام
کو علی پور چٹھہ کے نواح میں جہاں وہ بطور مربی متعین تھے
ایک نوجوان خادم طاہر احمد کے ساتھ موٹر سائیکل پر جا رہے
تھے کہ ایک ٹرک کی زد میں آکر گر گئے۔ دونوں کو ایسی
شدید چوٹیں آئیں کہ جانبر نہ ہو سکے اور وہیں موقع پر ہی
جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ اللّٰھم اغفر لھما وتغمّد ھما بردائ
رحمتک۔ آمین

دوست نواز، وفا شعار اور ایثار پیشہ بشارت الرحمن
صرف ۲۵ برس کی عمر میں ہم سے جُدا ہو گیا۔ بلاشبہ وہ
ایک کمیاب ہیرا تھا جو اپنی قیمت نہ پا سکا۔ وہ ایک
خوبصورت پھول تھا جو ؎

کھلا ضرور مگر کھل کے مسکرا نہ سکا

عزیزوں، دوستوں نے اس عزیز کی بے وقت
موت کا صدمہ شدت سے محسوس کیا۔ اس کا ذکر آنے
پر اکثر آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں اور اس کی یاد آنے پر
دل بیٹھنے لگتا ہے۔ کچھ دنوں تک اس غم کی کسک اسی
طرح رہے گی۔ پھر وقت کے ساتھ کم ہوتی جائے گی
اور آخر وہ وقت بھی آجائے گا جب بشارت الرحمن قمر

جو ہمارے دلوں میں بسا کرتا تھا قصۂ پارینہ ہو جائے گا
شاید یہی قانونِ قدرت ہے اور یہی زمانہ کا دستور ہے
؎ شکوہ کی کچھ نہیں جا، یہ گھر ہی بے بقا ہے

ہم تو آہستہ آہستہ اسے بھول جائیں گے لیکن بشارت الرحمٰن قمر کے ماں باپ جن کا نورِ چشم اُن کی آنکھوں سے اچانک اوجھل ہو گیا۔ جن کا قمر ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ ان کے غم و اندوہ کا کیا مداوا ہو گا۔ ان کے دل کے زخم کا کیسے اندمال ہو گا۔ ڈر تو یہ ہے کہ یہ گہرا زخم مندمل ہونے کی بجائے ناسور بن کر رِستا رہے گا۔ جس کی ٹیسوں اور بے چینی سے زندگی کروٹیں لے لے کے گزر جائے گی۔

بشارت الرحمٰن قمر کو طالب علمی میں ہی اللہ تعالیٰ نے وصیت کرنے کی توفیق دے دی۔ ظاہر ہے کہ اُن کی کوئی جائیداد تو تھی نہیں صرف حصۂ آمد کی وصیت کی ہو گی، وہ بھی چند ماہ قبل مربی متعین ہونے پر شروع ہوئی ہو گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ قابلِ ذکر مالی قربانی کئے بغیر ہی بہشتی مقبرہ میں جگہ مل گئی۔ اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس دُعا کے مصداق ٹھہرے:۔

"مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا تُو اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دل لوگوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دُنیا کی اغراض کی ملونی اُن کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یا ربّ العالمین۔" (الوصیّت)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک جنگ کے موقعہ پر حاضر ہوا اور عرض کی کہ مَیں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں مگر پہلے جنگ میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آکر بیعت کروں گا۔ آنحضورؐ نے فرمایا پہلے بیعت کرو، پھر جنگ میں شریک ہونا چنانچہ اس نے تعمیلِ ارشاد کی اور وہ جنگ میں لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا عَمِلَ قَلِیْلًا وَ اُجِرَ کَثِیْرًا۔ کہ اسے عمل کا بہت تھوڑا موقع ملا لیکن اجر بہت بڑا پا گیا۔ یعنی خدا کی راہ میں شہادت نصیب ہو گئی۔

ہمارے بشارت الرحمٰن قمر تعلیم سے فارغ ہو کر میدانِ عمل میں داخل ہوتے ہی تھے کہ موت نے آلیا۔ خدمتِ دین کا بہت تھوڑا وقت ملا۔ اے مولا کریم تُو اپنے اس بندے کی چند روزہ خدمت کو بھی شرفِ قبولیت بخش اور اسے اجرِ کثیر سے نواز۔ آمین۔

اے رحیم و کریم مولا! تیرے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بشارت دی ہے کہ جو مومن بندہ کسی حادثہ سے وفات پا جائے وہ شہادت کا درجہ پاتا ہے۔ اے واسع المغفرۃ آقا! تیرے بندہ بشارت الرحمٰن نے تو تیرے دین کی خدمت کرتے ہوئے جان دی ہے۔ تجھے تیرے حبیبؐ کے مُنہ کا واسطہ! اپنے اِس بندے کی سب خطاؤں اور کمزوریوں کی ستّاری فرمائیو اور اسے بھی شہداء کی صف میں کھڑا کیجیو!

آمین یا ارحم الراحمین۔

اے ارحم الراحمین خدا! تیرے رؤف و رحیم نبیؐ نے غم گزیدہ ماں باپ کو تسلی دی کہ کسی شخص کا کمسن بچہ فوت ہو جائے اور وہ خدائی تقدیر پر صبر کا مظاہرہ کرے تو تُو اُسے جنت سے کم جزاء نہیں دیتا۔ اے مولا کریم! بشارت الرحمٰن قمر سات سال اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے جُدا ہو کر دین کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف رہا۔ تعلیم سے فارغ ہوا تو سیدھا میدانِ جہاد میں چلا گیا اور وہیں سے تیرے حضور حاضر ہو گیا۔ اُس کے بہن بھائی انتظار ہی کرتے رہ گئے۔ اور اُس کے ماں باپ کے ارمان دل میں ہی رہ گئے۔ اُن کی آرزوئیں حسرتوں میں بدل گئیں۔ اے ارحم الراحمین آقا! ان کے زخمی دلوں پر اپنی رحمت کا پھایہ رکھیو اور انہیں تسکینِ خاطر بخشیو! جواں سال بیٹے کی جُدائی کے صلہ میں اپنی رضا اور جنت الفردوس کے وارث بنائیو! بشارت الرحمٰن قمر کے بہن بھائیوں کو صحت و سعادت والی زندگی عطا کریو اور جانے والے کا انہیں نعم البدل بنائیو!۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وقت کے ساتھ چلو

(مکرم سیّد سجاد احمد صاحب ۔ دارالرحمت شرقی ربوہ)

وقت کی آواز سنو
وقت کے ساتھ چلو
وقت کے ساتھ چلو
وقت کے عین مطابق ہی تو وہ آیا تھا
وہ نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا
وہ تو آیا تھا
بصد تمکنت و ناز آیا تھا
رُوح بالیدہ ہوئی ۔ چہروں پہ رونق آئی
فیج اعوج کا زمانہ بیتا
دس صدی بعد مقدر تھا کہ قسمت جاگے
وہ جو تھے اہلِ بصیرت جاگے
وہ جو تھے نیند کے ماتے ۔ تو وہ سوئے رہے
سوئے رہے ۔ سوئے رہے
وقت نے کروٹ بدلی
سن آٹھ ۱۹۰۸ء آیا
دس صدی بعد جو آیا تھا وہ واپس لوٹا
وہ گیا ۔ قدرتِ ثانی کی بشارت دے کر

نورِ دیں آیا اندھیرے میں اُجالا لے کر
تمکنت پھر سے ملی
قافلہ سالار ملا
کارواں چلنے لگا
وہ جو تھے شپرہ چشم، کورنظر ۔ بھاگ گئے
دُور ہوئے
نور کی کوئی کرن اُن کو نظر آ نہ سکی
کارواں چلتا رہا
وقت نے پھر کروٹ لی
چھ سال کے بعد
اُنیس سو چودہ ۱۹۱۴ء آیا
نورِ دیں لَوٹ گئے
حسبِ تقدیر خدائے برتر

پھر ہوئی قافلہ والوں پہ خُدا کی رحمت
قدرتِ ثانی کا اِک بار ہوا پھر سے ظہور
ساعتِ سعد آئی ۔ پسرِ موعود ملا
نور کا پرتو آیا
رحمتیں عام ہوئیں
دُور تک نُور کی بارش برسی

شرق اور غرب میں توحید کا پرچار ہُوا
کارواں بڑھتا رہا ۔ اور بڑھا
پھیل گیا
نصف صدی بیت گئی
اُنیس سو پینسٹھ آیا (۱۹۶۵ء)
وہ جو آیا تھا بصد تمکنت و ناز
اپنے نقطہ کی طرف لَوٹ گیا

تیسری بار ہُوا قدرتِ ثانی کا ظہور
پسرِ محمود ۔ پیارا ناصر، قافلہ سالار ہُوا
کارواں بڑھتا رہا
منزلِ مقصد کی طرف
رہ میں سنگِ گراں بھی آئے
بعض لمحات کڑے بھی آئے
عزم میں کوئی بھی حائل نہ ہُوا
کارواں تیز ہُوا
وقت کی رفتار بڑھی
اُنیس سو بیاسی آیا (۱۹۸۲ء)
اور وہ صبر و رضا کا پیکر
اپنے مولا کی طرف لَوٹ گیا

ایک بار اَور ہُوا فضلِ خدائے رحماں
ایک بار اَور ہُوا قدرتِ ثانی کا ظہور
خوف کی حالت بدلی
تسکین کا سامان ہُوا
بارشِ انوار ہوئی
قافلہ سالار ملا
میرزا طاہر آیا
کارواں اَور بھی سرعت سے ہُوا محوِ خرام
وقت ٹھہرا ہے نہ ٹھہرے گا کبھی
قافلہ رُک جائے یہ ممکن ہی نہیں
وقت کے ساتھ بڑھے گا آگے
منزلِ مقصد کی طرف
وقت کے ساتھ چلو
وقت کے ساتھ چلو
وقت کے عین مطابق ہی تو وہ آیا ہے
وقت کی آواز سُنو
وقت کے ساتھ چلو

کچھ اپنے نوجوانوں سے!

(مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف ربوہ)

انسانی عمر کو طبعی طور پر تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ تینوں ادوار کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں: بچپن کا دور سیکھنے، کھیل کود اور لاابالی کا دور ہے۔ علم کے وہ اصول جن کا تعلق حفظ یعنی یادداشت سے ہے اسی عمر میں انہیں حافظہ میں محفوظ کروانا چاہیئے۔ جوانی اور شباب کا دور بھرپور توانائی کا دور ہے، محنت اور مشقت برداشت کرنے کا دور ہے۔ اس کے بعد عمر کا ایسا دور آئے گا جب اس کی عادت کا تقاضا یہ ہوگا کہ وہ محنت کرے لیکن جسم ساتھ نہ دے سکے گا۔ اس لئے ان دنوں کو غنیمت جانیئے کہ یہ دور پھر کبھی لوٹ کر نہ آئے گا۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے ؎

اَلَا لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْمًا
فَاُخْبِرُہٗ بِمَا فَعَلَ الْمَشِیْبُ

کہ اے کاش! شباب کبھی لوٹ کر آئے
تو میں اُسے بتلاؤں بڑھاپے نے میرے
ساتھ کیا کیا ہے۔

اور بڑھاپے کا دور، کم اہمیت کا حامل نہیں۔ عربی میں ایک محاورہ ہے کہ "انسان دانا نہیں بنتا مگر تجربہ سے"۔ تجربہ انسان کو بہت کچھ سکھاتا ہے۔ زندگی کے نشیب و فراز سے گزر کر انسانی ذہن صیقل ہوتا ہے اور وہ راہنمائی کے قابل بنتا ہے اس لیئے زندگی کے اس دور کے انسان اقوام کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ وہ خام عقل کو پختگی دے سکتے ہیں۔

حضرت فضل عمر نے عمر کے ان تینوں ادوار کے لیئے جماعت کے افراد کو الگ الگ پروگرام دیا۔ آپ نے جب نوجوانوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ قائم فرمائی تو آپ نے اپنے متعدد خطبات میں اس کے قیام کی غرض و غایت بیان کی، ان کی ذہنی تربیت کے لئے ان کے سامنے متعدد پروگرام رکھے۔ آپ نے نوجوانوں کو سخت محنت کی عادت پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ "مجھے آپ کی تلاش ہے" اس بارہ میں آپ کا شاہکار ہے۔ آپ نے نوجوانوں کو بیکار رہنے، بیکار گپیں ہانکنے سے منع فرمایا اور تلقین کی کہ اپنے وقت کو ضائع نہ کرو کہ وقت تیز رفتار گاڑی کی طرح رواں دواں ہے، یہ واپس نہیں آئے گا۔ یہ لمحات ہماری تعمیر کے لئے قیمتی مواد ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

آپ نے نوجوانوں کو فرمایا:۔

"جو شخص کام کرتا ہے وہ عزت کا مستحق ہے اور جو کام نہیں کرتا بلکہ نکما رہتا ہے

وہ اپنی قوم اور خاندان کے لئے عار اور
ننگ کا موجب ہے۔"
(الفضل ۱۰/اپریل ۱۹۳۹ء)

اور اس کے لئے آپ نے قوم کو "وقارِ عمل" کا مطمح نظر دیا۔
آپ نے نوجوانوں کو کہا :-

"ایک تو کام کرنے کی عادت پیدا کی جائے
اور دوسرے کسی کام کو ذلیل نہ سمجھا جائے۔"
(الفضل ۱۷/مارچ ۱۹۳۹ء)

حضور نے اپنے متعدد خطبات میں توجہ دلائی کہ اپنے محلہ جات کو صاف ستھرا رکھو۔ گند کو دُور کرو کہ اس کے نتیجہ میں تمہارے اندر کئی اچھی عادات پیدا ہوں گی۔ تم لوگوں کو بیماریوں سے محفوظ کرنے والے ہوگے۔ کام کی عادت غلامی کو دُور کرے گی۔ حضور نے فرمایا :-

"اس تحریک سے دو ضروری فوائد حاصل
ہوں گے۔ ایک تو نکماپن دُور ہوگا اور
دوسرے غلامی کو قائم رکھنے والی روح کبھی
پیدا نہ ہوگی۔" (الفضل ۷/مارچ ۱۹۳۹ء)

اور اس کا حضور نے عملی طور پر جماعت کو سبق دیا۔ اس روح کو سمجھنے کے نتیجہ میں ہمارا صفائی کا معیار بلند ہوا۔ ہم نے اس اصول کو سمجھ کر کہ کوئی پیشہ حقیر نہیں بہت فائدہ اُٹھایا۔ توہین سوال کرنے میں ہے کام کرنے میں نہیں۔ اور آج دیکھ لیجئے ملکی معیشت کو کتنا سہارا دے رہے ہیں ایسا کام کرنے والے جسے ہم حقیر جانتے تھے۔ کتنے خاندانوں کی اس سے کایا پلٹ گئی ہے۔ اس روح پر عمل کا نتیجہ یہ تھا کہ ہماری گلیوں میں سے گزرنے والے ہمیں ذی شعور، صاحبِ ذوق سمجھتے تھے جس سے ہمارے قومی وقار میں اضافہ ہوتا تھا اور ہمارا وقت معمور رہتا تھا۔ جنہوں نے اس سبق کو سمجھا اور اس پر عمل کیا میں اس کی چند مثالیں دیتا ہوں۔

قادیان کے منارۃ المسیح کے مؤذن بھائی سراج دین صاحب جو مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم مبلغ امریکہ کے والد محترم ہیں انہوں نے مجھے بتلایا کہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب جو حضرت فضلِ عمر کے ماموں تھے مجھے بعض دفعہ کہتے۔ بھائی سراج دین! جھاڑو تیار رکھنا فلاں وقت میں آؤں گا اور مسجد صاف کریں گے۔ اور پھر وہ عاشقِ رسولؐ، کوہِ وقار وقت پر آکر مسجد صاف کرنے لگ جاتا۔

اور یہ واقعہ تو کوئی پرانا نہیں۔ احباب نے دیکھا ہوگا لنگر خانہ میں ایک بزرگ یٰسین صاحب رہتے تھے۔ یہ بھی حضرت میر صاحب کے تربیت یافتہ تھے۔ ٹانگوں سے معذور تھے۔ حضرت میر صاحب کی اُن پر بے حد نوازشات تھیں۔ سٹیشن کے سامنے جانب مشرق ہاتھ میں کھرپا لئے راہوں کو صاف کر رہے ہیں۔

ہمارے محلہ فیکٹری ایریا میں ایک اَن پڑھ گونگا ہے جو اپنے ماحول اور اپنی گلی کی صفائی میں لگا رہتا ہے۔ اس گلی میں سے گزریں تو دل خوشی محسوس کرتا ہے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہٗ ابی و امی فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں :-

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ فِی
الطَّرِیْقِ اِذْ وَجَدَ غُصْنَ
شَوْکٍ فَاَخَّرَہٗ فَشَکَرَ اللّٰہُ

لہٗ فَغَفَرَ لَہٗ ۔

(ترمذی ابواب البرّ والصِّلۃ
باب ماجاء فی اماطۃ الاذیٰ
عن الطریق)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستہ پہ جارہا تھا اُس کی نظر ایک خاردار ٹہنی پر پڑی۔ اُس نے اُسے راستہ سے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس فعل کی قدردانی فرمائی اور اُسے بخش دیا۔

کسی نے درست فرمایا۔ رحمتِ باری بہانہ مے جوید بہا نمے جوید۔ ہمارا رحیم و کریم آسمانی آقا بہت رحیم و کریم ہے کہ وہ تو بخشنے کے لئے بہانہ تلاش کرتا ہے، بدلہ نہیں مانگتا۔ پس راستوں کو صاف رکھیئے۔ یہ عادت آپ کو خدا کی جنت کا مستحق کرے گی۔

ایک دوسری حدیث ہے، مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"جس نے کسی مسلمان کی تکلیف اور ہمّ و غم کو دُور کیا اللہ اس کی قیامت کے روز کی مصیبت اور ہمّ و غم کو دُور کرے گا۔"

پس دُنیا کے غم بٹاؤ۔ خدامِ احمدیت کے یہ معنے نہیں کہ آپ صرف احمدیوں کے خادم ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ احمدیت جو معیارِ خدام کا قائم کرنا چاہتی ہے اس معیار کی خدمت کرو۔ آپ اُن پروگراموں کی افادیت پہ غور کریں جو آپ کے امام، آپ کے قائد آپ کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ ان کے ارشادات کا مطالعہ کرو اور اُن کی حکمتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

اور آخر میں اپنے عزیز خدام سے اس تحریک کے بانی کا ایک فقرہ کہہ کر اجازت چاہتا ہوں حضرت اقدس "کشتی نوح" میں فرماتے ہیں:۔

"اس موقعہ کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا"

جوانو! اپنی جوانی کے ایام کو بھی غنیمت سمجھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ دن گزر جائیں اور پھر آپ بحسرت کہیں ؎

افسوس دن بہار کے یونہی گزر گئے!

سخن ہائے زنگا رنگ

نسلِ آدم راز ہے اور رازداں ہے زندگی
اِنس وجاں عنوان ہیں تو داستاں ہے زندگی
زندگی کیا کیا نہ تھی، اقبال نے لیکن کہا
"برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی"
یوں خزاں کے حادثوں کو زندگانی نہ کہو
کچھ تو سمجھو کہ بہارِ جاوداں ہے زندگی
بحرِ غم میں ڈوبنے والوں نے رو رو کر کہا
بے بسی، بے چارگی، آہ و فغاں ہے زندگی
مدّعائے اتّقا میں راز پوشیدہ ہے یہ
دہر کی عبرت سرا میں مہماں ہے زندگی

(ملک منیر احمد ریحان)
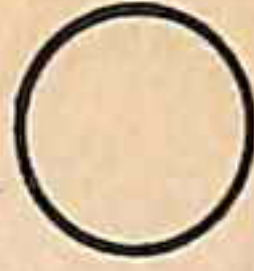
خدا کرے کہ میری طرح تو بھی رویا کرے
تو اپنے درد کی گہرائیوں میں کھویا کرے
تجھے نصیب نہ ہو چین زندگانی میں
تمام عمر تو جاگے کبھی نہ سویا کرے
تیرا صنم تجھے ٹھکرائے کاش ایسے ہی
مدام اشکوں سے دامن کو تو بھگویا کرے
تجھے بھی کاش رہے وصلِ یار کی حسرت
تو خلوتوں میں سدا اشک ہی پرویا کرے
پکے جو فصل تو خرمن کو آگ لگ جائے
خدا کرے کہ تو ایسی ہی فصل بویا کرے
خدا کرے کہ یہ سب کچھ کبھی نہ ہو پورا
تیرے ہی واسطے عاصم اداس رویا کرے

(رشید احمد عاصم - ربوہ)

یہ شکوے گلے یونہی ہوتے رہیں گے
مزا ہے اسی میں نبھاتا چلا جا
نہ کشتی بھنور میں نہ منزل ہے دور
رحمت سے اُس کی چلاتا چلا جا
مصمم ارادوں سے ڈرتے ہیں طوفاں
جو ہوں مشکلیں اُن کو سہتا چلا جا
زمانے کو ڈر ہے تیری جستجو پر
ترانے محمد کے گاتا چلا جا
یہ ہے خوش نصیبی خلافت ملی ہے
مسیحا کے نغمے سناتا چلا جا
بھروسہ نہیں ایک پل کا جہاں میں
تو سوتوں کو بھٹی جگاتا چلا جا

[عبدالرشید بھٹی
میرپور خاص (سندھ)]

اٹلی ——— ایک رپورتاژ

(مکرم کریم الدین احمد صاحب۔ ربوہ)

اٹلی کا تذکرہ زبان زدِ عام ہے۔ اس طرح پر کہ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے لوگ تو اس ملک میں خدام الاحمدیہ کے ذریعہ خدا کے ایک گھر کی تعمیر کی خبریں سن رہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف ہر خاص و عام کی زبان پر اٹلی کی فٹ بال ٹیم کے ورلڈ کپ جیتنے کا ذکر ہے۔ اسی نسبت سے موزوں معلوم ہوتا ہے کہ اٹلی سے ایک مکمل تعارف حاصل کیا جائے۔

موجودہ اٹلی قدیم رومن مملکت کی ایک جدید شکل ہے۔ اس مملکت کے باشندوں نے دنیا کے ایک حصہ پر عرصہ دراز تک حکمرانی کی اور اسی ملک کے جیالوں نے موجودہ دنیا کو کئی نئی سرزمینوں سے روشناس کرایا۔ یہ فخر بھی اس ملک کو ہی حاصل ہے کہ دنیا کے ادب کی بیشتر ادبی تحریکوں کی آواز اسی خطہ سے بلند ہوئی۔

اٹلی کو اگر ایک جزیرہ سے تشبیہ دی جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ ملک تین اطراف سے سمندروں سے گھرا ہوا ہے جبکہ شمال میں کوہ الپس ہے جو کہ یورپ کا بلند ترین سلسلۂ کوہ ہے۔ یہاں کے باشندے کم و بیش دیگر یورپی ممالک کے باشندوں کی نسبت الگ مزاج کے حامل ہیں۔ یہاں کا موسم بھی دنیا کے تقریباً تمام ممالک کی خصوصیات کا حامل ہے۔ اگر یہاں کے کسی علاقہ کے موسم کو سویڈن کے موسم کا نام دیا جاسکتا ہے تو یہیں کے دوسرے علاقوں میں افریقہ کے ریگستانوں کی فضا بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

اٹلی کے باشندے پتھروں سے تعمیر شدہ عمارتوں میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ دنیا کے عظیم ترین سنگ تراشوں کی سرزمین یہی ملک ہے۔ دوسرے یورپی ممالک کی نسبت یہ لوگ لکڑی سے تعمیر شدہ گھروں میں رہنا دورِ جاہلیت کی یادگار سمجھتے ہیں۔ اس ضمن میں یہاں کے مشہور شاعر "توسو" (TOSO) کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ جب یہ موصوف بغرض سیر فرانس گئے تو وہاں پر لکڑی سے تعمیر شدہ گھروں کو دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور ایسے مکانات میں رہائش رکھنے کو جدید تہذیب سے ناآشنائی گردانا۔

روم جس کے بارہ میں انگریزی زبان کا بہت مشہور محاورہ ہے کہ "تمام سڑکیں روم کو جاتی ہیں"

("ALL ROADS LEAD TO ROME")

اِس ملک کا دارالخلافہ ہے۔ یہ شہر دُنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ مشہور ہے کہ یہ شہر سات پہاڑیوں پر واقع ہے۔ ہر چند کہ اب ڈھونڈنے سے بھی یہ پہاڑیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ اِسی شہر کے قریب عیسائی دُنیا کا سب سے مقدس شہر ویٹیکن ("VITICAN CITY") واقع ہے۔ اِس شہر کی تعمیر سے قبل روم ہی عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والوں کے مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ اِسی لئے اِسکے بارہ میں ایک مفکر نے کہا تھا کہ :-

" FAITH IS MADE HERE,
AND BELIEVED ELSE-
WHERE."

یعنی ایمان یہاں پیدا ہوتا ہے
اور عمل دوسری جگہوں پر کیا جاتا ہے"۔

اِس شہر میں ۴۰۰ چرچ موجود ہیں۔ جن میں سے بعض قدیم طرزِ تعمیر کے شاہکار تسلیم کئے جاتے ہیں اور ان کی تزئین و آرائش دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ ان کی دیواروں پر دُنیا کی بعض قدیم ترین اور فنِ مصوری کی نہایت عمدہ تصاویر کندہ ہیں۔ اِس شہر کی تعمیر کا نقشہ دو عظیم رومن معماروں ——— BRANATE اور MICHELANGLO نے سولھویں صدی میں تیار کیا تھا۔ جبکہ اس کی تزئین و آرائش سترھویں صدی میں BERNINI کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچی تھی۔

جدید اٹلی کی تاریخ، جو کہ ۲۵۰۰ سال پرانی ہے، چار ادوار میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ ان میں سے جو دَور اٹلی کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت و مقام رکھتا ہے وہ یہ ہے۔

۵۰۹ قبل مسیح میں رومن مملکت وجود میں آئی تھی۔ اس سے قبل اِس علاقہ پر ETRUSCANS قوم کے لوگوں کی حکمرانی تھی۔ رومن مملکت ایک جمہوری مملکت تھی جس میں دو مرکزی کونسلیں ملک کا نظم و نسق چلاتی تھیں۔ دراصل یہ نظریہ انہوں نے یونانی فلاسفروں سے مستعار لیا تھا۔

ھینی بال جس کا کہ تاریخ میں اپنا ایک مقام ہے ETRUSCANS قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے اپنی مملکت رومن لوگوں سے واپس لینے کیلئے فیل سوار فوج کے ہمراہ سپین، جنوبی فرانس اور پھر کوہ الپس کو پار کر کے رومی حکومت پر حملہ کیا تھا۔ لیکن یہ ایک نوجوان رومی جنرل SCIGIOAFRICANS کے ہاتھوں شکست کھا کر اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

رومی لوگ بذاتِ خود بہت کم جنگوں میں حصہ لیتے تھے بلکہ دوسری قوموں کو اپنے لئے لڑاتے تھے۔ لیکن یہ لوگ کمال درجہ کے منتظم اور مستعد واقع ہوئے ہیں۔ نئی مملکتوں کی اِس طور پر نگرانی کرتے کہ کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی۔ تعمیراتی اور دوسرے کاموں کے لئے یہ دُور دراز علاقوں سے غلام گرفتار کر کے لاتے اور اُن سے کام لیتے تھے۔ اِسی دَور میں غلام ان کے ظالمانہ رویّہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اُن کی یہ بغاوت تین سال تک چلی لیکن بالآخر انہیں شکست ہوئی۔ رومن حکمرانوں نے انہیں سزا دینے کیلئے ۶... غلاموں کو صلیب پر لٹکا کر موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

اس افراتفری کے دَور میں جولیس سیزر۔ (JULIS CEASER) آخر کار رومن مملکت کے بچاؤ کی خاطر میدانِ عمل میں اُترا اور دوبارہ کامیابی و ترقی کی راہ پر اس مملکت کو گامزن کیا۔ نیرو اس دَور کا سب سے آخری بادشاہ گزرا ہے۔ ٹیبریس (TIBRIUS)، جو کہ اِس دَور کا تیسرا بادشاہ تھا، اس کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا۔

اِس دَور میں رومن مملکت کی خوب ترقی ہوئی۔ لیکن یہ ترقی اِس مملکت کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اِس دَور کی سب سے بڑی لعنت یہ تھی کہ امیر بہت امیر تھے جب کہ غریب انتہائی غریب۔ اِس دَور کی تیسری صدی میں ۲۳ افراد بادشاہ بنے اور ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا گیا۔ اِسی دَور کے ایک بادشاہ DECIUS کے زمانہ میں اُن عیسائیوں کا قتلِ عام بھی کیا گیا جو کہ ابھی تک چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اِس ہر لحظہ بگڑتی صورتِ حال کو بہتر بنانے کی خاطر آخری رومن شہنشاہ DIOCLETIAN نے مملکت کو مشرقی اور مغربی حصّوں میں تقسیم کر دیا لیکن یہ حکمتِ عملی بھی کارگر ثابت نہ ہوئی اور صورتِ حال مزید بگڑتی چلی گئی۔ بالآخر کانسٹینٹائن (CONSTANTINE) سربراہِ مملکت بنا۔ یہی وہ دَور تھا کہ جس میں اِس مملکت کا سرکاری مذہب عیسائیت قرار پایا۔ عیسائی جو کہ اس سے قبل سب سے مظلوم اور تکالیف سے پُر زندگی گزار رہے تھے اِس مملکت کے حکمران قرار پائے۔ روم کا سب سے بڑا چرچ ST. PETER بھی اِسی بادشاہ نے تعمیر کروایا تھا۔ سرکاری مذہب تبدیل کرنے سے اِس بادشاہ نے وہ کام کر دکھایا جو کہ کوئی اَور بادشاہ نہ کر پایا تھا۔ اور اُس کے اِس فعل نے یورپ کی تاریخ پر بہت دُور رس نتائج مرتب کئے۔ اس کی وفات کے ساتھ ہی رومن مملکت بھی اپنے انجام کو پہنچ گئی اور یوں اٹلی کی تاریخ کا دوسرا باب بھی ختم ہوا۔

آنے والی صدیاں اٹلی کے لئے مشکلات و مصائب کا طوفان لے کر آئیں۔ ہر لحظہ و ہر آن کوئی نہ کوئی یورپی مملکت اِس مُلک پر حملہ آور ہوتی رہی اور اِس مُلک کو مشکلات و مصائب کے مزید گہرے سمندر میں دھکیلتی رہی۔ یہ صدیاں اٹلی کے لئے ایک بھیانک خواب کے علاوہ کچھ نہ تھیں۔ اٹلی کے اِس دَور کو سیاہ دَور کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ باوجود یکہ روم پر بظاہر شہنشاہِ وقت کی حکمرانی تھی، لیکن دراصل پاپائیت اِس مُلک پر حکمران تھی۔ یہاں تک کہ بالآخر چھٹی صدی میں پوپ گریگری نے تمام اختیارات سنبھال لئے ماسوائے شہنشاہِ وقت کے لقب کے۔ لیکن یہ تمام مساعی بھی اِس تنِ مُردہ میں رُوح نہ پھونک سکیں۔ چنانچہ بے شمار غیر ملکی فاتحین وقتاً فوقتاً اِس مُلک پر حملہ آور ہوتے رہے اور یہ

ملک کسی طور بھی اپنی حفاظت نہ کر سکا۔

ان تمام مصائب نے اہلِ اٹلی کو مایوس نہیں کیا بلکہ وہ ایک نئے جذبہ اور شوق سے نئی دُنیا کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ یہ دَور روشنی اور ترقی کا دَور کہلاتا ہے۔ اِس تحریک کو RENAISSENCE کا نام دیا گیا۔ اِس دَور کے مفکّروں نے اہلِ اٹلی کو ایک نئی سوچ اور ایک نیا رنگ دیا لیکن یہ دَور بھی زیادہ دیر تک اُن کی رہنمائی نہ کر سکا اور اہلِ اٹلی دوبارہ انارکی اور بدامنی کا شکار ہو گئے۔ اِس دفعہ اِس کی اصل وجہ بدعنوان بداخلاق پاپائیت تھی۔ ۱۵۱۷ء میں ایک جرمن پادری مارٹن لوتھر (MARTIN LUTHER) پاپائیت کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے عیسائیوں کے PROTESTANT فرقہ کی داغ بیل ڈالی لیکن اس کی یہ تحریک بھی پاپائیت کے اثر و رسوخ میں کچھ فرق نہ ڈال سکی بلکہ اس کی جڑیں مزید مضبوط ہو گئیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے جدید دُنیا BANKING AND DOUBLE ENTRY BOOK KEEPING جیسے نظریات دیئے ان کو تو اِن نظریات نے کسی قسم کا فائدہ نہ دیا البتہ یہ نظریات دوسری یورپی اقوام کی ترقی و عروج کا باعث بن گئے۔ یہ صورتِ حال اٹھارھویں صدی تک قائم رہی۔ یہاں تک کہ نپولین نے، جو کہ بذاتِ خود ایک امپیریلسٹ (IMPERIALIST) تھا، فرانس میں انقلاب برپا کرنے کے بعد اس ملک کا رُخ کیا۔ پاپائیت اندرونی جھگڑوں اور بداخلاقی کی وجہ سے اپنا بہت سارا اثر و رسوخ کھو چکی تھی چنانچہ نپولین کو کسی قسم کی کوئی مشکل درپیش نہ آئی۔ اُس نے پوپ کو بزورِ شمشیر فرانس بھجوا دیا اور یوں وہ مملکت جو چارلی میگن (CHARLEMAGONE) نے ایک ہزار سال قبل تشکیل دی تھی اپنے انجام کو پہنچی اور اٹلی کا تیسرا دَور جو مصائب و آلام سے پُر تھا اختتام پذیر ہوا۔

صرف ۱۰۰ سال قبل اٹلی ایک نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ دوبارہ تاریخ عالم میں نمودار ہوا۔ اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ تمام مُلک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ پو (PO) جو کہ ایک بندرگاہ ہے وہاں سے لیکر ADRIATIC SEA تک پہنچنے کے لئے ایک بحری جہاز کو ۲۲ ریاستوں میں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔

اٹلی کے باشندے، فنِ حکمرانی سے واقف ایک مضبوط شخصیت کو ہی اپنا حکمران تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں لیکن بدقسمتی سے اِس تمام عرصہ میں کوئی بھی فرد ایسا پیدا نہ ہو سکا جو اِس قوم کی صحیح راہنمائی کر سکتا۔ تاہم قدرت کو اس قوم کا یوں دربدر بھٹکنا نہ بھایا۔ اور تین عظیم لیڈر پیدا ہو گئے جو کہ انفرادی طور پر تو بُعد المشرقین کا تضاد رکھتے تھے لیکن صرف اِس قوم کی راہنمائی کے جذبہ نے اُنہیں ایک ساتھ رکھا۔ یہ لیڈر گیوسیپ مازینی (GIUSEPPE MAZZINI) گیوسیپ گاریبالڈی (GIUSEPPE GARIBALDI) اور کاؤنٹ کامیلو ڈی کیوبر (COUNT CAMILO

(DI CAVIOUR) تھے۔ ان ہر سہ افراد میں سے پہلے
دو افراد نے بزورِ شمشیر غیر ملکی حملہ آوروں کو اپنے دیس
سے نکال باہر کیا جبکہ آخر الذکر لیڈر نے تنظیمی لحاظ
سے اِس مُلک کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ
احباب تمام ملک کو یکجا کرنے میں کامیاب ہو گئے ماسوائے
روم جو کہ فرانسیسی حفاظت کے زیرِ انتظام تھا اور وینس
کے جو کہ آسٹریا کے زیرِ انصرام تھا۔ ان لوگوں کی مساعی سے
ہی ایک سیاسی ڈھانچہ تو ترتیب پا سکا۔ لیکن یہ سیاسی ڈھانچہ
کسی واضح گروپوں میں منقسم نہ ہو سکا۔ بلکہ علاقائی تعصبات
اور تعلقات نے زیادہ اہم کردار ادا کیا۔ نتیجۃً کوئی مضبوط
اور دیرپا حکومت نہ بن سکی۔ ۳۵ سال کے دوران ۳۴
حکومتیں تبدیل ہوئیں۔

اسی عرصہ کے دوران یہ مُلک غیر ممالک میں
کالونیاں بنانے پر تُل گیا جو کہ اِس مُلک کے لیئے مزید
تباہی و پریشانی کا سامان لے کر آیا۔ اور اِس مقصد
کے حصول میں بہت ساری ایسی مشکلات کا شکار ہو گیا
جو اُن کی خود پیدا کردہ تھیں۔ اسی دوران ایتھوپیا
کو فتح کرنے کی کوشش میں اِس مُلک کو ذلت آمیز
شکست کھانی پڑی۔ ادھر اسی زمانہ میں پہلی جنگ عظیم
بھی شروع ہو گئی۔ پہلے پہل تو اِس ملک نے غیر جانبداری
کا اعلان کیا لیکن پھر برطانیہ اور فرانس کی حمایت
کا اعلان کر دیا۔ جنگ کے خاتمہ پر اٹلی کو ۹۰۰۰۰
مربع میل علاقہ پر اپنی حکمرانی قائم کرنے کا موقع مل
گیا۔ لیکن یہ جنگ اپنے ساتھ بہت سی اقتصادی
مشکلات کو لے کر آئی تھی اٹلی اُن سے صحیح طور پر
عہدہ برآ نہ ہو سکا اور مزید معاشی و اقتصادی مشکلات
کی دلدل میں دھنستا چلا گیا۔

ان حالات میں اہل اٹلی کسی ایسے فرد کی تلاش
میں تھے جو اُن کی راہنمائی کر سکے لیکن بد قسمتی سے یہ تمام
باتیں انہیں ایک ایسے شخص تک لے آئیں جو تاریخ کی
بدترین شخصیات میں سے ایک ہے اور جسے بینیٹو مسولینی
(BENITO MUSSOLINI) کہتے ہیں۔ یہی وہ شخص
ہے جس نے دُنیا کو فاشزم کا نظریہ دیا۔ بظاہر تو یوں
دکھائی دیتا تھا کہ یہ شخص مُلک کو مصائب و آلام سے
نکال لے جائے گا لیکن درحقیقت یہ شخص اس مُلک کو
ذلت کی مزید گہرائیوں میں لے گیا۔ بالآخر دوسری جنگِ
عظیم کے اختتام پر اس مُلک کو اُس سے نجات ملی۔
اُس کے عہد کا ایک مشہور واقعہ ویٹیکن سٹی
(VITICAN CITY) کے نام سے موسوم ایک
نئے ملک کا قیام ہے جو اٹلی کے اندر واقع ہونے
کے باوجود خود مختار مملکت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس
کے قیام سے پاپائیت اور حکومت کے درمیان ایک
قدیم جھگڑا طے ہو گیا جو کہ عیسائیت کے لئے ایک
خوش آئند بات تھی۔

مسولینی کے قتل کئے جانے کے بعد ALCID
GASPERI نے عنانِ حکومت سنبھالی اور ملک کو
خوشحالی اور ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ اسی کے دور میں
ایک معمولی اکثریت کے ساتھ اِس مُلک کو "جمہوری ملک"
قرار دیا گیا اور یوں ہمیشہ ہمیش کے لئے اس ملک سے
شہنشاہیت کا خاتمہ ہو گیا۔

یہ چرچ کا آج بھی اٹلی میں بہت گہرا اثر و رسوخ ہے اور آج تک جتنی بھی حکومتیں عمل میں آئی ہیں۔ ملک کے "جمہوری" قرار دیئے جانے کے بعد اُن میں سے اکثر صرف اس لئے کامیاب ہوئیں کہ چرچ اُن کی پُشت پناہی کر رہا تھا۔ یہاں کے باشندے کٹر رومن کیتھولک ہیں۔ اور پاپائے روم ان کے شب و روز پر بُری طرح چھایا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن دوسرے یورپی ممالک کی نسبت یہ لوگ بہت خوش اخلاق اور کھُلے دل کے مالک ہیں۔ اجنبیوں کے ساتھ بہت جلد گھُل مل جانا اِن کی امتیازی خصوصیّت ہے۔ یہاں کے باشندے چونکہ بہت مذہبی واقع ہوئے ہیں اس لئے عورت کا اصل مقام اُس کا گھر ہی تصوّر کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی اب عورتوں نے عملی زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا شروع کر دیا ہے لیکن ان کا یوں کھُلے عام چلنا پھرنا اور مردوں میں گھُلنا ملنا پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اِس مُلک میں عورت کو پہلی بار ۱۹۴۷ء میں ووٹ دینے کا حق حاصل ہوا۔

اقتصادی اور معاشی لحاظ سے اٹلی کو دو حصّوں شمال اور جنوب میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ شمالی حصّہ جنوبی حصّہ کی نسبت بہت زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ درحقیقت اٹلی کی اقتصادی ترقی میں یہ علاقہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ حصّہ اٹلی کے ۵۷ فیصد رقبہ اور ۶۰ فیصد آبادی پر مشتمل ہے۔ اِس مُلک کے دس بڑے شہروں میں سے صرف دو شہر نیپلز (NAPLES) اور پالیرمو (PALERMO) جنوبی حصّہ میں واقع ہیں۔ باقی تمام بڑے بڑے شہر شمالی حصّہ میں ہی واقع ہیں۔ میلان (MILAN) اقتصادی لحاظ سے سب سے اہم شہر ہے۔ یہ شہر پیداواری صلاحیت کے لحاظ سے یورپ کا تیسرا بڑا شہر ہے۔ یہاں کا اقتصادی نظام دیگر تمام یورپی ممالک کی نسبت الگ تھلگ حیثیت کا حامل ہے۔ کمیونسٹ ممالک کے علاوہ سارے یورپ میں حکومت کے زیرِ انتظام کاروبار سب سے زیادہ اٹلی ہی میں ہوتا ہے۔ چنانچہ کوئلہ اور لوہے کا زیادہ تر کاروبار حکومت کے ہاتھ ہی میں ہے۔ اِس کے علاوہ مواصلات اور ذرائع آمد و رفت کا بھی تمام تر انتظام و انصرام حکومتِ وقت کے ہی تحت ہے۔ اٹلی کا صرف ۲۳ فیصد علاقہ قابلِ کاشت ہے اور اس میں سے بھی اکثر علاقہ شمال میں واقع ہے جو کہ اِس خطّہ کی اہمیت اور افادیت کو مزید بڑھا دیتا ہے۔

اِس دَور میں اکنافِ عالم میں اشاعتِ اسلام کی کوششوں میں مصروف جماعتِ احمدیہ جو کہ ساری دُنیا کو محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں میں شامل کرنے کا عزم رکھتی ہے اس کی روحانی آنکھ آج اہالیانِ اٹلی کے اندر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمیّت کے نقش کو ابھرتا ہوا محسوس کر رہی ہے۔ چنانچہ وہ اٹلی کو خدائے واحد و یگانہ کا پرستار بنانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کو دلوں میں پیدا کرنے کے لئے خانۂ خدا کی تعمیر اور اشاعتِ قرآن و اسلام کی کوششوں میں مصروف ہے تا روحانیت سے بے بہرہ اور مادیت کے دلدادہ اہلِ اٹلی کی روحانی تشنگی کو شرابِ وصل و بقا پلا کر بُجھایا جا سکے ؛

تا ابد اندر جوارِ رحمت آباد باد

(مکرم سید ادریس احمد صاحب عاجز کرمانی - ربوہ)

داستانِ غم بیاں کرنے سے قاصر ہے زباں
ماجرائے درد لکھے خامے میں طاقت کہاں

احمدی دُنیا میں برپا ہو گیا اک زلزلہ
ہے وفورِ غم سے سکتے میں ہر اک پیر و جواں

کس لئے چھایا فضا میں اِس قدر گہرا سکوت
اس خموشی میں ہزاروں بے قراری ہیں نہاں

آتشِ ہجراں سے سوزاں ہیں قلوبِ مومنیں
ہو گیا دریائے خوں ہے اُن کی آنکھوں سے رواں

ہے خدنگِ غم جگر کے پار یا رب! الغیاث
چھایا اِک ایسا تو رکھدے بند ہو خونِ رواں

ناصرِ دینِ رسول اللہ سُوئے خُلد رفت
تھی یہی منشاءِ حق تعالیٰ خداوندِ یگاں

حافظِ قرآں غلامِ صادقِ خیر الرسلؐ
ظِلِّ ذُو النُّورَین عثمانِ غنیؓ تھے بے گماں

حاملِ علمِ لدُنّی، سر بسر حُسنِ عمل
نافلہ موعود و نورِ چشمِ سلطان البیاں

حق تو یہ ہے آسمانی اُس کا پاکیزہ وجود
تھا خدائے بے نشاں کا اک درخشندہ نشاں

حکمِ ربّانی کے آگے ہے سرِ تسلیم خم
ہم ہیں راضی بر رضائے خالقِ کون و مکاں

ہفتدہ سالہ خلافت کا وہ دَورِ با جمال
تا ابد تاباں رہے گا مثلِ ماہ وکہکشاں

عہد میں اُن کے جماعت کارہا آگے قدم
فضلِ حق سے فتح و نصرت تھی ہمیشہ ہم عناں

کارنامے اُن کے تابندہ رہیں گے تا ابد
آنے والے اُن کی مدحت میں رہیں گے نغمہ خواں

"کار و بارِ صادقاں ہرگز نماند ناتمام"
خوب ہے یہ مصرعِ حضرت مسیحائے زماںؑ

ہر بشر کے واسطے ہے موت لازم اے عزیز
ہے خلافت دائمی لاریب بیشک بے گماں

ہو خلافت کی وفا سرمایۂ جہدِ حیات
ہیں رموزِ کامرانی بطن میں اس کے نہاں

ہے وہ بے ہمتا خلافت کا مؤید بالیقیں
جو ہے قادر اور مہیمن حیّ و قیّوم و یگاں

مومنوں کی ہے دعا پیشِ خدائے ذو المنن
سب کی زاری ہے وہی سُنتا یقیناً بے گماں

بس بلند ہوتے رہیں درجات اُن کے تا ابد
از طفیلِ شاہِ بطحا خاتمِ پیغمبراںؐ

حضرتِ منظؔر کا ہے یہ شعر کام آ ہی گیا
جو ہیں اِک کامل زباندان شاعرِ شیوا بیاں

رَبَّنَا یا رَبَّنَا دل دادہ اَت دل شاد باد
تا ابد اندر جوارِ رحمتت آباد بادؔ

لہ ماخوذ از "درد و درماں" کلام فارسی از حضرت شیخ محمد احمد صاحب منظؔر کپورتھلوی فیصل آباد ؎

مرتبہ: مبشر احمد ایاز
(معاون مدیر)

مجالس کی دوڑ

• مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد نے جشنِ مسجد بشارت کے سلسلہ میں ۹ ستمبر ۱۹۸۲ء کو نفلی روزہ رکھا، انفرادی نمازِ تہجد ادا کی۔ ۱۰ ستمبر کو باجماعت نمازِ تہجد ادا کی۔ ایک من مٹھائی تقسیم کی۔ غیر از جماعت احباب میں ۱۰۰۰ فولڈر تقسیم کئے۔

• مجلس خدام الاحمدیہ سوسائٹی کراچی نے جشنِ افتتاح مسجد بشارت کے موقعہ پر نمازِ تہجد، نفلی روزہ کا التزام کیا اور ایک بکرا بطور صدقہ ذبح کیا۔

• مجلس خدام الاحمدیہ علی پور ضلع مظفر گڑھ نے ۱۷ ستمبر ۱۹۸۲ء کو ایک تربیتی جلسہ منعقد کیا۔

• مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی صدر کے شعبہ اصلاح وارشاد کے تحت ۱۴ اگست تا ۲۴ اگست ۱۹۸۲ء عشرہ اصلاح وارشاد منایا گیا۔ جس میں ایک تبلیغی نشست منعقد ہوئی اور اس میں ۱۳ غیر از جماعت احباب نے شمولیت کی۔ چار مذاکرے ہوئے۔ گرجا گھروں میں جا کر پادریوں سے ملاقات کی گئی۔ غیر از جماعت احباب کو لٹریچر پیش کیا گیا۔ ۱۲ عیسائی گھروں کو بذریعہ ڈاک ۶ کتب کا سیٹ تیار کر کے ارسال کیا۔ "ہماری تعلیم اور احمدیت کا پیغام" ایک صد کاپی تقسیم کی۔

• قیادت ضلع راولپنڈی نے ۹، ۱۰، ۱۱ ستمبر ۱۹۸۲ء کو سہ روزہ تربیتی اجتماع منعقد کیا۔ جس میں ۱۰۵ خدام نے شرکت کی۔ اِس موقعہ پر علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

• مجلس خدام الاحمدیہ ٹکوڑا ۵۸/۳ کے زیرِ اہتمام ۱۷ ستمبر ۱۹۸۲ء کو اجتماع منعقد ہوا۔ تقریباً ۸۰ خدام نے شرکت کی۔

• مجلس خدام الاحمدیہ قیادت ضلع گوجرانوالہ کا ایک روزہ تربیتی اجتماع مؤرخہ یکم اکتوبر کو منعقد ہوا جس کا افتتاح محترم حافظ مظفر احمد صاحب نے کیا۔ اس میں ۲۷ مجالس کے ۲۶۷ خدام واطفال نے شرکت کی۔

• مجالس خدام الاحمدیہ ضلع قصور کا دو روزہ چوتھا سالانہ اجتماع مؤرخہ ۲۳، ۲۴ ستمبر ۱۹۸۲ء کو منعقد ہوا۔ مرکز سے مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اوّل تحریک جدید اور مکرم غلام باری صاحب سیف نے شمولیت فرمائی۔ تقاریر کے علاوہ مختلف قسم کے علمی اور ورزشی مقابلہ جات

ہوئے۔ ضلع بھر کی ۱۱ مجالس میں سے ۱۰ مجالس کے ۶۰ خدام، ۵۰ اطفال، ۴۰ انصار، ۵۰ مستورات اور ۲۵ غیر از جماعت دوست شریک ہوئے۔

● خدام الاحمدیہ ضلع پشاور کا دو روزہ سالانہ اجتماع ۹، ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو منعقد ہوا۔ علمی اور ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ اجتماع میں قریباً ۲۰۰ خدام و اطفال حاضر ہوئے۔

● خدام الاحمدیہ قیادت دہلی گیٹ لاہور کی زیر نگرانی ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو ایک تقریب تقسیم انعامات ہوئی۔ جس میں اُن کی جاری تعلیم القرآن کلاس میں اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو انعامات دیئے گئے اور سالانہ کارکردگی کے لحاظ سے حلقہ چاہ میراں کو اوّل قرار دیا گیا۔

● مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو ایک اجتماعی وقارِ عمل کیا جس میں ۴۵ خدام، ۸۵ اطفال اور ۳ انصار نے حصہ لیا۔

● مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد کے زیرِ اہتمام ایک تربیتی اجلاس ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منعقد ہوا جس میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے خطاب فرمایا۔ اس اجلاس میں ۱۳۰ اطفال، ۶۵ خدام اور ۳۰ انصار نے شرکت کی۔

● ۲۹ نومبر ۱۹۸۲ء کو مجلس خدام الاحمدیہ سول لائن گوجرانوالہ کے تحت ایک تفریحی ٹرپ پر ۱۲ خدام بذریعہ سائیکل شہر سے دس میل دور نندی پور نہر پر مچھلی کے شکار کے لیئے گئے۔ نیز یکم نومبر اجتماعی نمازِ تہجد کے پروگرام کے تحت ۴۰ خدام نے باجماعت نماز تہجد ادا کی۔

● حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد "ہر مجلس ایک گاؤں چُن لے اور ایک سال میں ایک گاؤں میں احمدیت پہنچانے کا عزم کرے" کو مدّنظر رکھتے ہوئے مجلس خدام الاحمدیہ ملیر کراچی نے اپنے قریبی گاؤں میمن گوٹھ سے ۱۹ نومبر کو فٹ بال کا ایک میچ طے کیا اور پھر اس گاؤں کی ٹیم ۲۳ نومبر ۱۹۸۲ء کو اس مجلس میں میچ کھیلنے آئی کھیل کے علاوہ انہیں مناسب رنگ میں احمدیت کا پیغام بھی پہنچایا۔

● مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۸۲ء کو مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ خصوصی دورہ پر قصور تشریف لائے اور جملہ ممبران مجلس عاملہ ضلع، نگران حلقہ جات، قائدین مقامی اور ممبران عاملہ خدام الاحمدیہ قصور شہر کے اجلاس کی صدارت کی۔ اور مختلف شعبہ جات کی طرف توجہ دلائی۔

● مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کے تحت ۹ نومبر ۱۹۸۲ء کو ایک تبلیغی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں ۶ غیر از جماعت احباب کو مدعو کیا گیا تھا محترم صدر صاحب حلقہ نے سوالات کے جواب دیئے۔

● مجلس خدام الاحمدیہ کراچی صدر کے زیر اہتمام مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۲ء کو ایک تقریب زیر صدارت محترم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت کراچی

منعقد ہوئی۔ جس میں سال نو کی مجلس عاملہ اور خدام کا آپس میں باہمی تعارف کرایا گیا۔

● مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کراچی نے ۲۶ نومبر ۱۹۸۲ء کو ایک پکنک اور سائیکل سفر کا پروگرام بنایا جس میں ۴۴ خدام، ۱۴ اطفال نے حصہ لیا اور ۵۷ سائیکلوں کا انتظام تھا۔ جہاں ایک اجلاس بھی ہوا۔

● قیادت مجلس خدام الاحمدیہ ضلع راولپنڈی کے زیر انتظام مسجد نور راولپنڈی میں ایک سہ روزہ سالانہ تربیتی کلاس ۹، ۱۰، ۱۱ ستمبر ۱۹۸۲ء کو ہوئی۔ اس میں ضلع کی ۱۴ مجالس کے ۳۵۸ خدام و اطفال (۳۱۸ خدام، ۴۰ اطفال) نے شرکت کی۔ اس کے اختتامی اجلاس میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو انعامات دیئے۔

● مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کراچی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۸۲ء کو ایک مثالی وقار عمل منایا جس میں ۷۲ خدام و اطفال نے شرکت کی۔

● مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد کراچی کے تحت ۳ دسمبر ۱۹۸۲ء کو ایک تبلیغی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں پانچ زیر تبلیغ احباب نے شرکت کی۔

● مجلس خدام الاحمدیہ لیہ نے "سائیکل سفر پروگرام" کے تحت شہر سے تقریباً ۱۳ میل دور ایک پکنک کا پروگرام بنایا۔ اس میں ۱۲ خدام شریک تھے۔

● مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کراچی نے ایک تبلیغی نشست کا اہتمام کیا۔ اس میں ۱۶ غیر از جماعت دوست شامل ہوئے اور چار گھنٹے جاری رہی۔

● مجلس دارالنصر غربی ربوہ۔ ۲۰ تا ۲۹ جنوری عشرہ تربیت منایا گیا۔ اس کے دوران نماز تہجد، درس ملفوظات، عیادت مریضاں، صحبت صالحین، بیت بازی، پیغام رسانی، علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ ۲۳ جنوری کو دریائے چناب پر پکنک منائی گئی اور ۲۸ جنوری کو مسجد بشارت سپین کی افتتاحی تقریب پر مشتمل فلم دکھائی گئی۔ اسی روز ایک صنعتی نمائش کا بھی انعقاد کیا گیا۔ آخری روز مختلف مقابلہ جات میں امتیاز حاصل کرنے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ آخری روز کے اجلاس کی صدارت محترم مہتمم صاحب مقامی مکرم مرزا محمد الدین صاحب ناز نے کی اور انعامات تقسیم فرمائے۔

۲۰ فروری کو یوم مصلح موعود منایا گیا۔ دن کا آغاز نماز تہجد کی ادائیگی سے کیا گیا۔ بعدہٗ سب خدام بہشتی مقبرہ میں حاضر ہوئے اور دعا کی۔ مسجد مبارک میں منعقد ہونے والے جلسہ میں بھی سب خدام نے شرکت کی۔ بعد نماز عصر محلہ میں فٹ بال کا ایک نمائشی میچ ہوا اور بعد نماز مغرب محلہ کی مسجد میں جلسہ مصلح موعود منعقد کیا گیا۔ مقررین نے اس روز کی مناسبت سے تقاریر کیں۔ آخر میں حضرت مصلح موعود کی ٹیپ شدہ تقریر سنائی گئی۔ جلسہ بے حد کامیاب رہا۔

ماہنامہ "خالد" ربوہ کا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نمبر

یہ امر خریداران خالد کے لیئے مسرت کا باعث ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ماہنامہ خالد کا یہ نمبر کتابت کے مراحل میں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ نمبر مجلس مشاورت کے موقع پر شائع ہو جائیگا اور یہ خالد کے ماہ اپریل اور مئی کے شماروں پر مشتمل ہوگا۔ یہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی کی بلیک اینڈ وائٹ تصاویر سے مزین ہوگا۔

حضور رحمہ اللہ کی زندگی میں خدائی قدرتوں کی جلوہ نمائی کے ایمان افروز واقعات — قبولیت دعا کے نشانات — جماعت کی ترقی کی ایک جھلک — خلافت سے قبل آپ کی سیرت کے چند نمایاں پہلو — متحرک و فعال دورِ خلافت پر طائرانہ نظر — بزرگان جماعت، حضور کے دوستوں اور خادموں پر حضور کے پیار بھرے نقوش کی ناقابل فراموش یادیں — نامور شعراء کا منظوم کلام۔

قارئین خالد سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس نمبر کو معیاری بنانے کی توفیق بخشے

(ادارہ)

صرف ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

Mirza Mohammad Din Naz
KHALID RA[illegible]
March 1983

شہیدانِ باوفا

بشارت الرحمان قمر (شاہد)

طاہر احمد چیمہ (ناظم اطفال - مدرسہ چٹھہ ضلع گوجرانوالہ)

جو ۴ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو ایک جماعتی دورہ کے دوران حادثہ کے نتیجہ میں شہید ہو گئے۔